قرآن کریم اور سنّت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار

بینات

جلد: ۸۹   شمارہ: ۸
شعبان المعظم: ۱۴۴۷ھ - فروری: ۲۰۲۶ء
قیمت فی شمارہ: ۷۰ روپے، زرِ سالانہ: ۸۰۰ روپے

مُدیر / مُدیر مسئول
مولانا سیّد سُلیمان یوسف بنوری

نائب مُدیر
مولانا سیّد احمد یوسف بنوری

مُدیر مُعاوِن
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

خط و کتابت اور ترسیلِ زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ ''بینات''، جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن
کراچی، پوسٹ کوڈ: 74800 پوسٹ بکس نمبر: 3465
فون دفتر ''بینات'': 021-34927233

بیرونِ ملک سے بذریعہ ہوائی ڈاک

یورپ اور امریکی ممالک، وغیرہ: 50 امریکی ڈالر
عرب اور ایشیائی ممالک، وغیرہ: 40 امریکی ڈالر

اکاؤنٹ نمبر

اکاؤنٹ نمبر: 0101900-397-7 برانچ کوڈ: 00816
مسلم کمرشل بینک علامہ بنوری ٹاؤن برانچ کراچی

وضاحت

ماہنامہ ''بینات'' میں اشتہارات کی اشاعت کا مقصد تصدیق اور سفارش نہیں ہے۔ ادارہ معاملات کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

فون: 34913570 - 34123366 - 34121152 **Ext.** 146 - 147
فیکس: 92-21-34919531 +
Web: www.banuri.edu.pk ***Email***: bayyinat@banuri.edu.pk

ناشر: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری **مطبع:** شفق پرنٹنگ پریس **طابع:** حافظ ثناء اللہ واحدی

فہرستِ مضامین

بصائر وعبر

قرآن اور رمضان	۳	محمد اعجاز مصطفیٰ
حرمین شریفین اور فوٹو گرافی	۶	

مقالات ومضامین

مکاتیب شیخ محمد نمنکانی رحمۃ اللہ علیہ وشیخ محمد رشید فارسی رحمۃ اللہ علیہ		
بنام حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ	۸	ترجمہ: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری
درسِ حدیث: ''إنما الأعمال بالنیات....''	۱۳	حضرت مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم
علومِ انوری کا گنجینہ ''الإتحاف لمذهب الأحناف'' (قسط:۲)	۲۰	مولانا محمد یاسر عبداللہ
منظوم خراجِ عقیدت: ''الإتحاف لمذهب الأحناف''	۳۷	مولانا حسین صدیقی
حسنِ نیت کی اہمیت وفضیلت، احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں	۳۹	مولانا عصمت اللہ نظامانی
مالی وصیت کیسے اور کن کے لیے کریں؟	۴۶	قاضی محمد فیاض عالم قاسمی
معاشرے میں فحاشی اور بے حیائی ... وعیدات	۴۹	مولانا محمد عرفان اللہ اختر
مدارس میں الوداعی ترانوں کا بڑھتا رجحان!	۵۲	مولانا محمد تبریز عالم قاسمی

یادِ رفتگاں

حضرت مولانا فضل الرحیم اشرفی رحمۃ اللہ علیہ	۵۶	محمد اعجاز مصطفیٰ
حضرت مولانا مفتی سید مختار الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ		
حاجی نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت	۵۹	مولانا محمد طیب لدھیانوی

دار الافتاء

پندرہ شعبان کے روزہ کی حیثیت	۶۱	ادارہ
شوگر کے مریض کے لیے روزہ رکھنا	۶۲	

نقد ونظر

اللہ تعالیٰ کا فرمان بندوں کے نام	۶۳	ادارہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اُمتیوں کے نام	۶۴	

قرآن اور رمضان!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله وسلامٌ علٰی عباده الذین اصطفٰی!

شعبان المعظم کا مبارک مہینہ چل رہا ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا مہمان، رحمتوں اور برکتوں والا عظیم الشان مہینہ رمضان المبارک ہم سب پر سایہ فگن ہونے والا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رجب کے آغاز سے رمضان کا مہینہ ملنے کی دعا فرماتے تھے، اور شعبان سے ہی رمضان کی تیاری شروع فرمادیتے تھے، شعبان میں کثرتِ صیام کا اہتمام فرماتے تھے، چنانچہ صحیحین میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان کے علاوہ کسی مہینے کے مکمل روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، اور (رمضان کے بعد) شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ مسند احمد اور سنن نسائی وغیرہ میں ہے کہ: ''حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: شعبان میں آپ جس کثرت سے روزے رکھتے ہیں، کسی اور مہینے میں اس طرح روزہ رکھتے ہوئے میں نے آپ کو نہیں دیکھا!؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رجب اور رمضان کے درمیان یہ ایسا مہینہ ہے جس سے لوگ غافل ہیں، جب کہ اس مہینے میں رب العالمین کے سامنے اعمال پیش کیے جاتے ہیں؛ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال پیش ہوں تو میں روزے کی حالت میں ہوں۔''

پھر رمضان کی آمد کے ساتھ ہی صیام وقیام، تلاوتِ قرآن کریم اور خیر کے کاموں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق دیدنی ہوتا تھا۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیر کے کاموں میں سب سے زیادہ سخی تھے، اور رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سخاوت اس وقت مزید بڑھ جاتی تھی جب جبریل امین علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان میں ملتے تھے، جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان کی ہر رات میں ملتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبریل امین علیہ السلام سے قرآن کریم کا دور کرتے تھے، یہاں تک کہ رمضان مکمل ہوجاتا، چنانچہ جب جبریلؑ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے لگتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیر کے کاموں میں چلتی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوجایا کرتے تھے۔‘‘

ماہِ رمضان کو قرآنِ کریم سے خاص مناسبت ہے، یہی نزولِ قرآن کا مہینہ ہے، اور اس میں تلاوتِ قرآنِ کریم کی کثرت کی ترغیب ہے، تراویح میں مکمل قرآن پڑھنا یا سننا مسنون ہے، اسی وجہ سے ماہِ رمضان قریب آتے ہی قرآنِ کریم کے ساتھ تعلق بھی نمایاں ہونے لگتا ہے؛ اس لیے اس مہینے کے آنے سے پہلے جس طرح خود کو روزوں کا عادی بنانا چاہیے، اسی طرح قرآنِ کریم کے ساتھ تعلق مضبوط کرنا بھی اہم ہے، خصوصاً حفاظِ قرآن کے لیے منزل دہرانے اور اسے پختہ کرنے کے یہی دن ہیں۔ قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اور ’’كلام الملوك ملوك الكلام‘‘ کے تحت اس کے آداب بجالانا بھی اُمت کے فرائض میں شامل ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم سے متعلق چند باتیں تازہ کرلی جائیں۔

قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو اس نے اپنے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی، اس کتاب میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے چار اہم مقاصد ذکر فرمائے ہیں: ۱- تلاوتِ قرآنِ کریم، ۲- تعلیمِ کتاب، ۳- تعلیمِ حکمت، ۴- تزکیۂ نفس۔ (البقرۃ:۱۲۹، النساء:۱۶۴)

ان مقاصد میں پہلے نمبر پر ہے: تلاوتِ قرآنِ کریم، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی کتاب کی آیات تلاوت کرکے لوگوں کو سناتے ہیں۔ قرآن کریم میں جہاں تلاوتِ قرآن کا ذکر ہے، وہاں اس کے آداب بھی مذکور ہیں، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

’’اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ‘‘ (البقرۃ:۱۲۱)

ترجمہ: ’’وہ لوگ جن کو دی ہم نے کتاب، وہ اس کو پڑھتے ہیں جو حق ہے اس کے پڑھنے کا۔‘‘ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

اب قرآن کی تلاوت کے آداب اور اس کا طریقہ وسلیقہ کیا ہے؟ یہ بھی خود قرآن کریم ہی بیان کرتا ہے:

’’وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا‘‘ (المزمل:۴)

ترجمہ: ’’اور کھول کھول کر پڑھ قرآن کو صاف۔‘‘ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

ترتیل کی تشریح میں امیر المؤمنین سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: ’’حروف کو تجوید سے ادا کرنا اور وقف وابتدا کے محل کو پہچاننا۔‘‘ (النشر:۹/۲۰۹ ۱)

جس طرح قرآنِ کریم تجوید کے ساتھ اور صاف صاف پڑھنا اس کے آداب میں سے ہے، اسی طرح خوش الحانی اور حسنِ صوت سے تلاوتِ کلامِ الٰہی کو مزین کرنا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور مستحسن ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے بعض صحابہ کرامؓ قرآنِ کریم تجوید وخوش الحانی سے پڑھنے میں خاص ملکہ ومہارت رکھتے تھے، ان کو ’’قراء‘‘ کہا جاتا تھا۔ ان قراء میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اتنے خوبصورت انداز سے تلاوت فرمایا کرتے تھے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باقاعدہ ان سے قرآن سنا کرتے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے تھے۔ اسی طرح حضرت سالم مولیٰ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی قرآن سنا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا قرآنِ کریم سن کر اُن کی تعریف فرمائی۔ (فضائل قرآن مجید، از: شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ، ص:۴۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ’’حق سبحانہ وتعالیٰ اتنا کسی کی طرف توجہ نہیں فرماتے جتنا کہ اس نبی کی آواز کو توجہ سے سنتے ہیں جو کلامِ الٰہی خوش الحانی سے پڑھتا ہو۔‘‘ (متفق علیہ)

اس سے جہاں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ’’حسنِ قرأت‘‘ کا شوق رکھتے تھے اور اس کی تحسین فرماتے تھے، وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ اس کا کلام اچھی آواز سے پڑھا جائے۔

خوبصورت آواز میں اللہ کا ذکر اور خوش الحانی کے ساتھ اس کے کلام کی تلاوت، محض اس اُمت کا خاصہ نہیں، بلکہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام بھی اس کے حامل نظر آتے ہیں، بالخصوص حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز کو ایسی شہرت وقبولیت اور تاثیر حاصل ہوئی کہ قرآنِ کریم ان کی تعریف میں رطب اللسان ہے اور آپ کا ’’لحنِ داؤدی‘‘ ضرب المثل بن چکا ہے، چنانچہ جب آپ اپنے خوبصورت لہجے میں اور خوش الحانی کے ساتھ اللہ کی تسبیح پڑھتے اور ’’زبور‘‘ کی تلاوت فرماتے تو فضاؤں میں اُڑتے پرندے ٹھہر جاتے اور چرند و پرند اپنی جگہ ساکت ہوجاتے، حتیٰ کہ پہاڑ بھی وجد میں آجاتے اور یہ سب آپ کی آواز میں آواز ملاکر اور جھوم جھوم کر اللہ کو یاد کرتے۔ (سورۂ سبا:۱۰۔ سورۂ ص:۱۸،۱۹)

اُمتِ مسلمہ کا یہ خاصہ ہے کہ اس نے خوش الحانی اور تجوید سے قرآن پڑھنے کو باقاعدہ ایک علم اور ایک فن کا درجہ دیا، اس علم کو مدون کیا، اس کے قواعد وضوابط مقرر کیے اور اس کو باقاعدہ سیکھنے اور سکھانے کا سلسلہ شروع کیا، اس کے لیے رجالِ کار تیار کیے جنہوں نے اس موضوع پر ضخیم اور مفصل کتابیں لکھیں، پھر ان کی شروحات لکھی گئیں اور چودہ سو سال سے آج تک ''علم القراءات'' باقاعدہ سیکھا اور سکھایا جاتا ہے۔

اسی طرح یہ بھی اس اُمت کی خصوصیت ہے کہ اس نے قرآنِ کریم کے حفاظ تیار کیے ہیں، جو ہر سال تراویح میں قرآنِ کریم سننے اور سنانے کا اہتمام کرتے ہیں، اس کی نظیر دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ملتی کہ اس نے اپنی الہامی کتاب کو یاد رکھنے اور محفوظ کرنے کا ایسا انتظام کیا ہو۔ بلاشبہ یہ ایسا امتیاز ہے جس پر ہمیں اللہ کے حضور سجدۂ شکر بجالانا چاہیے۔

رمضان کے مبارک مہینے کی آمد سے قبل ہی ہمیں خود کو اس کے لیے تیار کرلینا چاہیے، اس تیاری میں جہاں روزے رکھنے کی مشق کرنی چاہیے، وہیں تلاوتِ قرآن کریم کی کثرت بھی کرنی چاہیے۔ اور تلاوت سے قبل اس کے آداب جان کر پھر ان کے مطابق خود کو ڈھال لینا چاہیے، تاکہ یہ عبادت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوسکے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہم سب کو یہ مبارک مہینہ نصیب فرمائے اور ہمیں اس کے مقتضیات پر عمل کرکے خود کو بخشش ومغفرت کا مستحق بنائے، آمین!

حرمین شریفین اور فوٹوگرافی

مسلم سماج اور معاشرہ میں جہاں اور بہت سی کمزوریاں اور کوتاہیاں در آئی ہیں، وہاں پر تصویر سازی اور فوٹوگرافی عام ہوگئی ہے، حتیٰ کہ ہمارے مدارس اور مساجد بھی اس وبا اور فتنہ سے محفوظ نہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر ہماری عبادات نماز اور حج تک میں یہ چیزیں دخیل ہوگئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سعودی عرب کے اَربابِ حکومت اور حرمین شریفین کی انتظامیہ کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے آئندہ سال ۲۰۲۶ء کے حج میں فوٹوگرافی پر پابندی عائد کردی ہے، جیسا کہ سعودی وزارتِ حج وعمرہ نے ۱۵/ جمادی الاخریٰ ۱۴۴۷ھ کو اعلان کیا ہے کہ آئندہ حج سیزن سے مسجد الحرام اور مسجد نبوی میں ہر قسم کی فوٹوگرافی اور ویڈیو ریکارڈنگ مکمل طور پر ممنوع ہوگی۔ اس پابندی کا اطلاق موبائل فون، پروفیشنل کیمرے اور تمام

ریکارڈنگ ڈیوائسز پر ہوگا۔ وزارت کے مطابق فوٹو کھینچنے کی وجہ سے رش میں اضافہ، نماز میں خلل، عبادت کے دوران بے توجہی اور زائرین کی پرائیویسی کی خلاف ورزیاں بڑھ رہی تھیں۔ پابندی کا مقصد زائرین کو پُرسکون اور محفوظ ماحول فراہم کرنا ہے۔ سکیورٹی اہلکار اس فیصلے پر سختی سے عمل کروائیں گے اور یہ قانون حج روٹ کے دیگر مقدس مقامات پر بھی نافذ ہوگا۔

سعودی حکومت کی جانب سے مقاماتِ مقدسہ میں ہر قسم کی فوٹو گرافی اور ویڈیو ریکارڈنگ پر مکمل پابندی کا اعلان نہایت بروقت اور خوش آئند ہے۔ حرمین شریفین کی عظمت، ان کی روحانی فضا اور عبادت کے وقار کا اصل تقاضا یہی تھا کہ ان مقامات کو نہ صرف مکروہات، بلکہ غیر ضروری مصروفیات سے بھی پاک رکھا جائے، اس لیے کہ کچھ عرصہ سے یہ چیز بہت زیادہ بڑھ گئی تھی کہ طواف کر رہے ہیں یا دعا مانگ رہے ہیں تو کیمرہ آن ہے، بعض لوگ بیت اللہ کی طرف پیٹھ کرکے تصویر بناتے تھے، اسی طرح حضور اکرم ﷺ کے روضۂ اقدس پر جہاں صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے لیے ادب لازم ہے، وہاں بھی تصویر سازی اور مووی بن رہی ہوتی تھی۔ ظاہر بات ہے جس وقت آدمی یہ کام کر رہا ہوتا ہے، اس وقت اس کے دل میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف توجہ، حضور اکرم ﷺ کا ادب واحترام صحیح معنیٰ میں کہاں ہوسکتا ہے؟ خود تو یہ کام کر رہا ہوتا ہے، دوسروں کے لیے بھی اذیت کا باعث اور توجہات میں خلل ڈالنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ بہرحال! اس فیصلہ کی جتنا بھی تحسین کی جائے، کم ہے۔ اللہ کرے کہ حج کی طرح عمرہ کے زائرین کے لیے بھی حرمین شریفین میں فوٹو گرافی پر پابندی عائد ہو جائے تو ان شاء اللہ! ہماری حج اور عمرہ جیسی عبادات میں روحانی ماحول دوبالا ہو جائے گا۔

ادارہ بینات بھی اپنے قارئین سے بالخصوص اور تمام مسلمانوں سے بالعموم یہ درخواست کرتا ہے کہ حج وعمرہ سمیت اپنی مساجد اور معابد کو بھی اس فوٹو گرافی سے محفوظ رکھیں، خصوصاً عبادات جو خالص اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے ہوتی ہیں، انہیں ریاکاری اور شہرت سے دور رکھیں، ورنہ اندیشہ ہے کہ ہماری یہ عبادات کہیں مردود ہو کر ہمارے منہ پر نہ مار دی جائیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہم سب کو محفوظ فرمائے، آمین۔ وما توفیقي إلا بالله ، علیه توکلت وإلیه أنیب.

وصلّی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ سیّدنا محمّد وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ أجمعین!

..... ۞ ..... ۞ ..... ۞ .....

سلسلۂ مکاتیب حضرت بنوریؒ

مکاتیبِ شیخ محمد نمنکانی رحمۃ اللہ علیہ وشیخ محمد رشید فارسی رحمۃ اللہ علیہ

بنام حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ

انتخاب وترجمہ: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیخ محمد نمنکانی رحمۃ اللہ علیہ بنام حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۲/رجب ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۰-۱۱-۱۹۶۱ء

جنابِ صاحبِ فضیلت، استاذِ جلیل، مولانا سید محمد یوسف بنوری سلّمہ اللہ، آمین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بعد سلام! اُمید ہے کہ آنجناب کامل صحت اور دائمی عافیت کے ساتھ ہوں گے، آپ کا مُحب بھی بخیریت ہے، حرمِ نبوی شریف میں (آپ کے) قریب وبعید اہداف ومقاصد کی تکمیل کے لیے دعا گو ہے۔ آپ کا آخری والا نامہ باعثِ شرف ہوا جس نے آپ کی گراں قدر صحت کی نوید سنائی اور دیگر مندرجات معلوم ہوئے۔ تاج کمپنی کے حساب کا جہاں تک معاملہ ہے تو وہ ایک نمائندہ بھیجیں گے جو ہم سے (ان کے) ایسے مصاحف وصول کریں گے جو ہمیں مطلوب نہیں تھے، اور ہمارے پاس موجود ہیں، ہم انہیں نہیں بھیج سکتے۔ آپ نے ان سے جو رقم وصول کی ہے وہ ان کی طرف ہمارے واجبات کا کچھ حصہ ہے۔ اُمید ہے کہ کتب خانہ نور محمد کراچی کی درج ذیل کتب بحری ڈاک کی رجسٹر سے ارسال فرمائیں گے:

۱۰ عدد المفردات في غريب القرآن للراغب الإصفهاني

۱۰ عدد مشكاة المصابيح — ۵ عدد موطأ الإمام محمد

۱۵ عدد بلوغ المرام — ۱۰ عدد نخبة الفكر

۱۵ عدد الرسالة المستطرفة — ۱۰ عدد سنن أبي داود (عربي)

۲ عدد صحیح البخاري (محشّی، عربي)　　　۵ عدد جامع الترمذي (محشّی، عربي)

یہ تمام کتابیں مجلّد ہوں۔

’’تحفة الأحوذي شرح جامع الترمذي‘‘ کے تعلق سے یہاں کچھ حضرات مدینہ منورہ، مکہ اور ریاض میں قیمتِ اشتراک جمع کر رہے ہیں، شاید اس کی طباعت موسم حج کے بعد تک مؤخر ہو جائے گی، اس پر جو مختصر عبارت میں تعلیق مطلوب ہے جو مؤلف کی ایسی عبارتوں پر جن کا جواب آپ کو مناسب محسوس ہو۔ آنجناب ان سے اور ان کی شرحِ ترمذی کے ایسے مقامات سے آگاہ ہوں گے۔

یہ ضروری اُمور ہوئے، ہمارے لائق کوئی خدمت ہو تو بتایئے، ہم تیار ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ مالکِ تاج کمپنی کو یہ بتائیں گے کہ وہ سابقہ ارسال کردہ نسخوں کی قیمت ہم سے طلب کر لیں؛ اس لیے کہ بینک کا کہنا ہے کہ تاج کمپنی کے منتظم کا جب مطالبہ ہو تو وہ بتائیں، ہم تیار ہیں، وہ جب چاہیں مطالبہ کریں۔ حضرات اساتذۂ جامعہ اور آپ کے تمام اعزّہ کو میرا مخلصانہ سلام! ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہیے۔

محمد نمنکانی

نوٹ: یہاں لوگ بتا رہے ہیں کہ شیخ ناصر الدین البانی کو جامعہ اسلامیہ (مدینہ منورہ) میں فنِ حدیث کا مدرّس مقرر کیا گیا ہے، وہ دمشق سے اہلِ خانہ سمیت آچکے ہیں اور درس شروع کر چکے ہیں، جبکہ (مولانا) سید ابوالحسن علی ندوی نے (تدریسی ذمہ داری قبول کرنے سے) معذرت کی ہے۔

شیخ محمد رشید فارسی رحمۃ اللہ علیہ (۱) بنام حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ

۴-۴-۱۳۸۱ھ

حضرت صاحبِ فضیلت، استاذِ موقّر، مولانا سید محمد یوسف بنوری، سلّمہ اللہ، آمین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بعد سلام! اُمید ہے کہ آنجناب بخیر وعافیت ہوں گے، ہمارے بارے میں دریافت ہو تو یہاں آپ کے تمام محبّین بخیریت آپ کی توقع کے مطابق صحت وشادمانی کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سب پر اپنا فضل فرمائے، اور ہمیں اپنی نعمتوں اور احسانات کے شکر کی توفیق دے۔

ہمیں افسوس ہے کہ دمشق سے لوٹنے کے بعد آپ سے ملاقات کا شرف حاصل نہ ہو سکا، آپ کی پاکستان واپسی کی غرض سے جدہ کی جانب سفر کے دوسرے روز ہمیں علم ہوا، شیخ محمد حسن مشّاط تو گویا آپ کی دمشق سے واپسی کی جستجو میں تھے؛ تاکہ اپنے گھر کی دعوت دے سکیں، جب میں نے انہیں آپ کے وطن

(۱) مکہ مکرمہ میں مقیم ایک عالم

لوٹنے کے اطلاع دی تو بہت افسوس کا اظہار کیا، یہی حال بھائی نعمان تاشقندی کا تھا۔ آپ کے سفر نے ہمارے دلوں میں خلا پیدا کر دیا ہے، اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے احسان سے آپ کو اسی برس فریضۂ حج کی ادائیگی کا شرف بخشیں گے؛ تاکہ ہمیں آپ سے ملاقات کی سعادت حاصل ہو، اور آپ سے خوب استفادہ کا موقع ملے۔ اللہ تعالیٰ سب کی اُمیدیں بَر لائے، اور آپ کے لیے مع اہلِ خانہ حرمین شریفین میں قیام کے اسباب مہیّا فرمائے، آمین!

توقع ہے کہ دعاؤں میں ہمیں فراموش نہ فرمائیں گے، اور خاص لمحات میں ہمیں یاد رکھیں گے۔ ہم آپ کی عطر بیز یادوں کو بھولے نہیں، قلیل گھڑیوں کے دوران آپ کی شخصیت کے تعارف نے میرے دل میں پاکیزہ اثر چھوڑا ہے، اور اُسوۂ حسنہ اور اعلیٰ نمونے کے طور پر آپ کی ایک سچی تصویر میرے دماغ میں نقش ہوگئی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے سچ کہا ہے: ''إذا رأيتَ رجلًا من رجال الحديث فكأنما رأيتَ رجلًا من صحابة رسول الله صلّى الله عليه وسلّم''۔ ''جب آپ نے محدّثین میں سے کسی ہستی کو دیکھا تو گویا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو دیکھا۔'' مولانا شیخ محمد یوسف کاندھلوی، پاک وہند کے احباب کی ایک جماعت کے ساتھ ادائیگی عمرہ کے لیے (حرمین شریفین) آمد کا ارادہ رکھتے ہیں، اور جلد ہی ربیع الثانی کے آخر میں کراچی سے روانہ ہوں گے، آنجناب ''فيض الباري'' کی جلد چہارم اِرسال کر کے کرم فرمایئے، جس کا آپ نے وعدہ فرمایا تھا، ممکن ہو اور آپ کو تکلیف نہ ہو تو یہ کام اس جماعت کے کسی فرد کے ذریعے ہوجائے۔ سفرِ حج میں جو احباب آپ کی معیت میں تھے، انہیں اور تمام محبّین کو ہمارا سلام کہیے۔

آپ کی محبت کا رکھوالا

محمد رشید فارسی

۱۵-۶-۱۳۸۱ء

حضرت سیدی، علامہ مولانا سید محمد یوسف بنوری حفظہ اللہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بعد سلام! اُمید ہے آنجناب بہتر صحت وشادمانی سے ہوں گے۔ مولانا محمد احمد مختار حسن (۱) کے ذریعے ''فيض الباري'' کی جلد چہارم کی وصولیابی باعثِ شرف ہوئی، جو آپ کے تلمیذِ نجیب ہیں، ہمیں ان کے قرب سے اُنسیت ملی، اور ان سے ملاقات اور گفت وشنید باعثِ سعادت ہوئی۔ انہوں نے آپ

(۱) جامعہ کے مہتمم ثالث اور حضرت بنوری رحمہ اللہ کے فرزند نسبتی مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار شہید رحمہ اللہ کے برادرِ مکرم ماہنامہ بینات کے ابتدائی دور کے منتظم اور طویل عرصہ تک رابطہ عالم اسلامی کے مکہ مکرمہ سے وابستہ رہے، کچھ سال قبل راہیِ سفرِ آخرت ہوئے۔

کے مسرت انگیز احوال وواقعات ہمیں پہنچائے، آپ سے محبت اور آپ کے چہرۂ انور کی زیارت کے شوق میں اضافہ ہوگیا، اللہ تعالیٰ اسی سال موسمِ حج میں کعبہ مشرّفہ کے صحن میں ہمیں یکجا فرمائے، ماہِ رمضان کے لیے بھی اسباب مہیا فرمائے، اور آپ کو ہمارے پاس طویل قیام کا موقع عنایت فرمائے؛ تاکہ ہم آپ کے وسیع علم اور بہت سے فنون کی جامع وافر معلومات سے مستفید ہوسکیں۔

میں نے مولانا محمد احمد کو فاضل جوان نعمان تاشقندی کی تالیف ’’كتاب الدفاع المُحْكَم‘‘ کے چالیس نسخے سپرد کیے ہیں، یہ نسخے مع ایک ذاتی نسخے کے آپ کے لیے ہدیہ ہیں، آپ کی دعاؤں کی برکت سے موصوف کی کتاب نے خوب مقبولیت حاصل کی ہے۔ اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھیے، ہم بھی یاد رکھتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے مستفید فرمائے، اور آپ کی قدر ومنزلت اور علم میں اضافہ فرمائے، آمین!

شیخ حسن مشّاط نے آپ کو پاکیزہ سلام بھیجا ہے، وہ اپنی مجلسوں میں آپ کو نہیں بھولتے، خاص طور پر مرحوم علامہ کوثریؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے۔

آپ کی محبت کا رکھوالا

دعاگو: محمد رشید فارسی

۲۱؍شعبان ۱۳۸۱ھ

حضرت صاحبِ فضیلت وکمال، علامۂ باوقار، سید محمد یوسف بنوری حفظہ اللہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بعد سلام! اُمید ہے آنجناب بہتر صحت وشادمانی سے ہوں گے۔ عرصہ بعد محُبِ طرفین سید محمد حافظ کے ہاتھ آپ کا ارسال کردہ والا نامہ باعثِ شرف ہوا، آپ کے عمدہ احوال وواقعات پڑھ کر خوشی ہوئی، اللہ تعالیٰ جزاءِ خیر عطا فرمائے کہ آپ نے استحقاق سے بڑھ کر میری تعریف فرمائی، اور اوصاف ذکر فرمائے، اُمید ہے کہ آپ کے حسنِ ظن، مُخلصانہ دعاؤں اور محبتوں کی بدولت وہ صفات مجھ میں پیدا ہوجائیں۔ بلاشبہ یہ سب آپ کے کریمانہ اخلاق اور شریفانہ جذبات کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید توفیق بخشے، آپ سے طلبہ علم کو مستفید فرمائے، اور آپ کی عمدہ رہنمائی اور درست مشوروں سے آپ کے مُحبّین کو نفع پہنچائے۔ شہرِ صیام مبارک کے قرب کی مناسبت سے آنجناب کو اس ماہ کی آمد کی قلبی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اللہ سے اُمید ہے کہ آپ کو اس میں صیام وقیام اور خیر کے کاموں کی توفیق ارزاں فرمائے، اور توقع ہے کہ ہمیں اپنی نیک دعاؤں میں نہ بھولیں گے۔

میں آپ کی پاکیزہ یادیں نہیں بھولتا، وہی آپ کو دعاؤں میں یاد کراتی ہیں، خاص طور پر رمضان

میں، گزشتہ برس رمضان میں مولائے کریم کے فیوضات سے مستفید ہو رہے تھے کہ آپ کو اپنے احسان سے بیتِ حرام میں روزوں کی توفیق بخشی، بعدازاں آپ کو مدینة الرسول الأعظم علیه أفضل صلاة وأتمّ تسلیم میں بہتیرے ایام گزارنے کی سہولت عطا فرمائی، اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ آپ کو اس سال حج کی ادائیگی کے لیے پہنچائے؛ تاکہ آپ کے پُرنور چہرے کی زیارت سے محروم نہ ہوں، آمین!

مُحبّین کو ہمارا سلام کہیے، خاص طور باادب نوجوان شیخ محمد احمد بن حکیم مختار حسن کو، اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمائے کہ وعدہ کر چکنے کے باوجود کراچی پہنچ کر ہمیں کسی مکتوب کے ذریعے یاد نہ کیا، شاید ان کی مصروفیات زیادہ ہیں، انہوں نے بتایا تھا۔ جامعہ (اسلامیہ، مدینہ منورہ) کے تعلق سے صدیقِ طرفین سید محمود (حافظ) نے آپ کو جامعہ اور اس کے موجودہ احوال کے متعلق بتلایا ہوگا، جامعہ ابھی تیاری کے مرحلے میں ہے، اُمید ہے کہ آئندہ برس بڑی پیش رفت ہوگی۔ (شیخ) ناصر الدین البانی اور ایک اور استاذ بھی جامعہ سے جُڑ گئے ہیں، بقیہ مقامی اساتذہ ہیں۔ شیخ حسن مشّاط آپ کو سلام اور نیک خواہشات بھیج رہے ہیں۔

آپ کا مُحب: محمد رشید فارسی

حضرت صاحبِ فضیلت، مولانا، ہمارے رہنما، علامہ شیخ محمد یوسف بنوری!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بعد سلام! مجھے بے حد افسوس ہے کہ مکہ میں آپ کی موجودگی کے باوجود آپ سے ملاقات نہ ہو سکی، اس لیے کہ میں مغرب وعشاء کے درمیان طواف کے لیے نہیں آتا تھا۔ دفتر میں ہمارا رسمی وقت عصر سے کچھ پہلے تک ہے، پھر نماز اور مطالعہ کے لیے مغرب تک گھر جاتا ہوں۔ مجھے آنجناب کی تشریف آوری کی اطلاع آپ کے مدینہ کی طرف سفر کے وقت ملی، اور کسی صورت آپ سے ملاقات نہ کر سکا، معذرت خواہ ہوں، اور اس سال اگر زیارت مقدّر ہوئی تو مسجدِ نبوی میں آپ سے ملاقات کی اُمید رکھتا ہوں۔

اُمید ہے کہ دورانِ اعتکاف اپنی دعاؤں میں مجھے نہ بھولیں گے؛ کیونکہ میں، میرے بچے اور اہلِ خانہ آپ کی دعاؤں کے ضرورت مند ہیں، خاص طور پر اہلیہ خون اور قضاء حاجت میں ذیابیطس کے مرض میں مبتلا ہیں، اور اس وجہ سے تکلیف میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حفظ وامان میں رکھے۔

آپ کا مُحب

محمد رشید فارسی

درسِ حدیث: ’’إنما الأعمال بالنیات....‘‘

خطاب: حضرت مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم
ضبط وترتیب: مولوی محمد ارشاد، متخصصِ جامعہ

’’یکم رجب المرجب سن ۱۴۴۷ھ بروز پیر قائدِ جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم (سرپرست وفاق المدارس العربیہ پاکستان) جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی تشریف لائے، اور جامعہ کے دارالحدیث میں حدیث ’’إنما الأعمال بالنیات‘‘ کا درس اکابر کی تشریحات کی روشنی میں نہایت ملیح انداز میں دیا، جس کو افادۂ عام کی غرض سے تحریری صورت میں پیش کیا جارہا ہے۔‘‘

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی أشرف الأنبیاء والمرسلین نبینا محمد وآلہٖ وأصحابہٖ وأزواجہٖ وأھل بیتہٖ وذرّیّاتہٖ وأتباعہٖ أجمعین إلٰی یوم الدین، أما بعد!

انسان اور اُس کے احساسات

شعور: اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو قویٰ عطا کیے ہیں، اس میں تدریج ہے۔ انسان جب پیدا ہوتا ہے تو شعور کے ذریعے سے وہ اشیاء کا اِدراک کرتا ہے۔ سب سے پہلے وہ ماں کو پہچانتا ہے پھر ابوین کو، پھر بعد الولادۃ اس کے اندر شعور ہے بھوک کے احساس کرنے کا، خوشی کے احساس کرنے کا، اسی طرح غم اس کو محسوس ہوتا ہے، خوف محسوس ہوتا ہے، اور اپنی خاص حرکتوں سے وہ اپنی ماں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے، لیکن اس شعور کے ذریعے مکمل اِدراک انسان کا خاصہ نہیں۔ بہر حال! تمام حیوانات ولادت کے بعد بچپن میں اسی شعور کے تحت اشیاء کا (کسی قدر) اِدراک کرتے ہیں۔

حواسِ خمسہ

جب انسان آگے بڑھتا ہے تو پھر وہ حواسِ خمسہ کے ذریعے سے اِدراک کرتا ہے، جن کو اللہ تعالیٰ

نے انسان کے چہرے میں جمع کر دیا ہے۔ اس میں آپ آنکھوں سے دیکھتے ہیں، اشیاء کا ادراک کرتے ہیں، رنگوں کو پہچانتے ہیں۔ اسی طریقے سے آپ کان سے (قوتِ سماعت سے) اِدراک کرتے ہیں، آوازوں کو پہچانتے ہیں، اچھی اور بری آواز میں تمیز کرتے ہیں۔ زبان کے ذریعے (قوتِ ذائقہ کے ذریعے) آپ اِدراک کرتے ہیں چیزوں کا کہ یہ میٹھی ہے، تلخ ہے، کڑوی ہے، نمکین ہے، اسی طرح جو بھی اس کا مزہ ہوگا وہ زبان چکھ لے گی، سمجھ لے گی، پہچان لے گی۔ ناک کے ذریعے (قوتِ شامہ) اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے، جو چیزوں کو اس طور پر پہچانتی ہے کہ یہ کس چیز کی بو ہے؟ اسی طریقے سے آپ کا جو بشرہ (کھال) ہے، وہ احساس کرتا ہے کہ مجھے جو چیز لگی ہے، یہ ٹھوس ہے یا نرم ہے، ٹھنڈی ہے یا گرم ہے، تو ان احساسات کے ذریعے سے آپ اشیاء کا ادراک کرتے ہیں اور ان کی صفات کا اِدراک کرتے ہیں۔

عقل: جب انسان بالغ ہوجاتا ہے تو پھر عقل وہ قوت ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کی ہے، جس سے وہ پوری کائنات کو پہچانتا ہے۔ عقل ہی اِدراک کی وہ قوت ہے جو تمام حیوانات سے انسان کو ممتاز بنادیتی ہے۔ عقل نے وہ وہ کرشمے دکھائے کہ آج بھی دنیا سمجھتی ہے کہ ابھی تک ہم نے عروج حاصل نہیں کیا، مزید عروج حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ انسانیت اور اس کی نئی ایجادات، نئی تحقیق، نئے انکشافات، نئی سائنس، نئی ٹیکنالوجی اسی عقل کا عروج ہے۔ اور اسی حوالے سے انسان سے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا''[1] جس میں حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سب کچھ کے نام بتادیے، اب محض نام کا بتانا شاید کسی اِفادیت کا حامل نہ ہو، تاوقتیکہ ان ناموں کے ساتھ اس کے اوصاف بھی معلوم نہ ہوں، یہ معلوم نہ ہو کہ اس کی افادیت کتنی ہے؟ اس کا نقصان کتنا ہے؟ اور منفعت کیا ہے؟ مضرت کیا ہے؟ اور پھر منفعت کے حاصل کرنے کے طریقے کیا ہیں؟ مضرت کے دور کرنے کے طریقے کیا ہیں؟ یہ ساری چیزیں جب حاصل ہوتی ہیں، تب ''وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا''[2] کا مقصد پورا ہوتا ہے۔[3] اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ساری چیزوں کا علم حضرت آدم علیہ السلام کو عطا کردیا تو اس کا معنی یہ ہوا کہ بنی آدم کے اندر اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں کے ادراک کرنے کی استعداد رکھی ہے، تو یہ جو دنیا ہے، علمی ترقی ہورہی ہے، اور نئی ایجادات سامنے آرہی ہیں، یہ انسان ہی کا خاصہ ہے۔

البتہ اگر کچھ امتیازات اور خصوصیات ان انسانوں میں ہیں تو پھر اس میں مسلمان خاص ہیں، جیسا کہ قرآن میں ہے کہ: ''الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ''[4] اب قرآن ایک خاص قسم کا علم ہے، جو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو قیامت تک کے لیے دیا اور جو منبع ہے ساری انسانیت کی ہدایت کا، جس میں تمام علوم کے اصول ملتے ہیں، لیکن قرآن پر ایمان رکھنے والا تو صرف مسلمان ہے تو اس خصوصی علم کا جو انعام ہے، وہ بھی حضرت

انسان میں سے صرف حضرت مسلمان کو عطا کر دیا گیا ہے۔

مسئلہ ختمِ نبوت اور سیاست

اور اس کے اعتبار سے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ تھے کہ قرآن کریم میں آپ کو ’’خاتم النبیین‘‘ کہا گیا ہے۔ اب ’’خاتم النبیین‘‘ تو اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا کہ: ’’وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ‘‘ اس ’’خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ‘‘ کے لوگ کیا کیا معنی کریں گے، ہمیں اس سے کیا؟ ہمیں تو اس معنی اور شرح سے تعلق ہے جو رسول اللہ ﷺ نے خود کیا، فرمایا کہ: ’’أنا خاتم النبيين لا نبيَّ بعدي‘‘، (۷) ختم ہوگئی بات۔

اب یہاں پر میں اپنے دوستوں کے سامنے ہمیشہ یہ بات کہتا رہتا ہوں، اور مولوی صاحبان کو لگتی بھی بڑی عجیب سی ہے کہ جب لفظ ’’ختمِ نبوت‘‘ آتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ ’’ختمِ نبوت‘‘ غیر سیاسی عنوان ہے اور یہ سیاست سے اور تمام اختلافات سے بالاتر ہے۔ ’’ختمِ نبوت‘‘ کے موضوع پر آؤ جلسہ کرتے ہیں، مظاہرے میں بیٹھتے ہیں، وغیرہ، وغیرہ۔ لیکن میں ان کو کہتا ہوں کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی ’’ختمِ نبوت‘‘ کا ذکر سیاست کے ساتھ کیا ہے، فرمایا: ’’كانت بنو إسرائيل تسوسُهم الأنبياءُ، كلَّما هلك نبيٌّ خَلَفَهُ نبيٌّ، وإنهُ لا نبيَّ بعدي، وسيكون خلفاء فيكثرون‘‘، (۸) تو نبی علیہ السلام نے تو اپنی ’’ختمِ نبوت‘‘ کا ذکر سیاست کے ساتھ کیا ہے اور ہم سیاست سے اس کو لاتعلق کر دیتے ہیں۔

طالب علم اور سیاست

اور سیاست کے ساتھ آج کل ہمارے مولویوں کے، طلبہ کے اور مدرسوں کے تعلق سے اس حد تک تو میں متفق ہوں کہ طالب علم دورانِ تحصیلِ علم کے ’’عملِ سیاست‘‘ نہ کرے، لیکن ’’علمِ سیاست‘‘ تو ضروری ہے کہ اپنی تاریخ کو سمجھے، جغرافیہ کو سمجھے، مختلف علاقوں کے لوگوں کی تہذیب کو سمجھے، ان کے وسائلِ آمدن کو سمجھے، اور مطالعہ کرے اس بات کا کہ دنیا اگر مجتمع ہے تو ان کے بیچ میں کیا نظام ہونا چاہیے؟!

مسلمان اور دنیا

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک جیسا پیدا نہیں کیا، لیکن انسانیت کو اللہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑا مقام عطا کیا ہے: ’’وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا‘‘ (۹) یعنی کہ بنی آدم کو اللہ تعالیٰ نے شرفِ انسانیت عطا کیا ہے، اور بحر و برّ پر ان کو سوار کیا ہے، ان کو حاکمیت عطا کی ہے، اور پاک رزق ان کو عطا کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا کی

نعمتوں کا مقابلہ آخرت کی نعمتوں کے ساتھ نہیں کیا جاسکتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: ''اللہ کی رحمت کا سو میں سے ایک فیصد اللہ تعالیٰ نے زمین پر بھیجا ہے اور ننانوے فیصد اللہ نے اپنی رحمت اپنے پاس محفوظ رکھی ہے۔''(۱۰) وہ ایک فیصد رحمت انسانوں میں بھی، حیوانات میں بھی، یہاں تک کہ نباتات میں بھی، جمادات میں بھی تقسیم ہوگئی ہے، اور جہاں بھی دیکھیں تو آپ کو رحمت کے کوئی نہ کوئی نقش نظر آئیں گے، علامات نظر آئیں گی، جب یہ اللہ تعالیٰ کی ایک فیصد رحمت ہے تو آخرت میں کیا ہوگا؟ حدیث میں آتا ہے کہ: ''آپ دریا میں انگلی ڈبوئیں، سمندر میں انگلی ڈبوئیں اور پھر نکالیں، آپ کی انگلی پر کیا تری ہوگی، یہ دنیا ہے اور وہ آخرت۔''(۱۱)

اس فرق میں تو کوئی اختلاف نہیں، لیکن جس طرح ہم زہد و ورع، اور تقویٰ کی تعریفیں کرتے ہیں اور یہ کہ دنیا سے دور رہو، نہ بالکل صاف لباس پہنو، نہ خوبصورت بنو، اور نہ صفائی کرو، ان چیزوں کی طرف ترغیب دینا، یہ کب شریعت کا تقاضا ہے؟ اللہ رب العزت تو یہ فرماتے ہیں: ''قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ''(۱۲) یہ تمام نعمتیں اور دنیا کی زینت وطیبات یہ تو اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لیے پیدا کی ہیں، اس سے استفادہ کرنا قرآن کا تقاضا ہے، اتنے بھی صوفی مت بنا کرو، تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عزت سے دنیاوی نعمتیں عطا کیں ہیں، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ مومنین کے لیے ہیں، البتہ دنیا میں کافر بھی آپ کے ساتھ شریک ہیں، اور ''خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ'' کہ قیامت میں یہ نعمتیں صرف اور صرف آپ کے لیے ہیں۔

اب ایک طالب علمانہ سوال ہوگا کہ مشاہدہ تو اس کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ نے تو یہ فرمادیا کہ میں نے یہ مومنین کے لیے پیدا کی ہیں، لیکن آج جو ہم مشاہدہ کررہے ہیں تو کفر کی دنیا ان تمام نعمتوں کی حامل ہے اور مسلمان محروم ہیں، تو اس بات کو بھی ہمارے اکابر نے سمجھایا ہے کہ ''قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ اٰمَنُوْا'' یعنی ''ان لوگوں سے کہیں جو ایمان لائے'' تو رشتۂ ایمان جتنا مضبوط ہوگا، اتنا ہی آپ کو ان دنیا کی نعمتوں کے اوپر حق ہوگا، ورنہ پھر کفر کی دنیا اس پر قبضہ کرلے گی، اس لیے آج اگر کافر کے ہاتھ میں تمام نعمتیں ہیں تو کچھ کمزوری ہماری بھی ہے کہ ہمارا ایمان کمزور ہوگیا ہے، قرآن سے رشتہ ہمارا کمزور ہوگیا ہے، آپس میں ہم ایک دوسرے سے لڑرہے ہیں، اور یہی حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ''اُمتِ مسلمہ کے زوال کے سبب دو ہیں: ایک قرآن سے دوری اور دوسرا باہمی اختلافات۔'' ہم باہمی اختلاف تو کرتے ہیں، لیکن باہمی اختلاف پر ہمارے مابین کوئی تردُّد نہ آئے، یا پھر اس میں خونریزی نہ ہو، اس میں نفرتیں نہ ہوں۔ اب یہ دو چیزیں جب آگئی ہیں تو اس کا حل یہ ہے کہ قرآن سے رشتہ مضبوط ہو، ایمانی قوت مضبوط ہو، ورنہ پھر اپنے حق

سے بھی محروم ہوگی ۔ تو ہم مسلمان جو آج پوری دنیا سے بھیک مانگ رہے ہیں، یہ درحقیقت ہمارا حق ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’’قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ‘‘ تو اس اعتبار سے وحی کو سمجھنا ضروری ہے ۔

وحی

اب عقل بہت بڑی نعمت ہے ۔ عقل نے انسان کو ترقی کے عروج پر پہنچایا ہے اور عقل رہنمائی کا بہت بڑا ذریعہ ہے، سب سے بڑا ذریعہ ہے، لیکن کافی نہیں ہے، اس لیے کہ عقل کبھی کبھی معطل ہوجاتی ہے، متاثر ہوتی ہے ۔ محبت غالب آ گئی، عقل معطل ۔ غضب غالب آ گیا، عقل معطل ۔ شہوت غالب آ گئی، عقل معطل ۔ کبھی انسان سے وہ کچھ صادر ہوجاتا ہے کہ بعد میں پھر ندامت پر مجبور ہوجاتا ہے، تو اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے آخری رہنمائی ہماری وحی کے ذریعے سے کی، جس میں تغیر کا کوئی امکان نہیں ۔ اب عقل اور وحی کی جو نسبت ہے، اس کو یوں سمجھنے کی کوشش کریں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے آنکھیں دی ہیں اور اس میں اللہ نے بصیرت رکھی ہے ۔ دیکھنے کی پوری قوت آنکھ کے اندر ہے، بینائی ہے اس کے اندر، لیکن اگر خارجی روشنی نہیں ہے، قوت نہیں ہے، یا لائٹ بجھ گئی ہے، یا کمرہ بند ہے، تو باوجود اس کے کہ بینائی کی قوت مکمل محفوظ ہے، لیکن اب آپ کو کچھ نظر نہیں آ رہا، کیونکہ خارجی روشنی نہیں ہے، جس سے آپ کی آنکھیں کام کرسکیں ۔ تو وحی کی رہنمائی جب تک نہیں ہوگی، عقل مار کھائے گی ۔ اسی وحی کی اہمیت کو ہم سمجھنا چاہ رہے ہیں ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسی نعمت ہے، ایک ایسی رہنمائی ہے کہ جس میں انحراف کی کوئی گنجائش نہیں ۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی رہنمائی مکمل ہوگئی، اس کے بعد کوئی وحی نہیں ہوگی، نبی نہیں آئے گا، اگرچہ خلفاء آئیں گے ۔

کتاب الإیمان سے آغاز

بہرحال! امام بخاریؒ نے آغاز تو ’’کتاب الوحي‘‘ سے کیا، لیکن شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: کتاب کا آغاز بھی ’’کتاب الإیمان‘‘ سے ہے اور انجام بھی ’’ایمانیات‘‘ پر ہے کہ آخر کتاب میں ’’کتاب التوحید‘‘ ہے، اس طور پر کہ تمام اعمال کا مدار آپ کے عقیدے کے اوپر ہے ۔ اگر ایمان ہے اور اللہ کی وحدانیت پر ایمان ہے، تب جا کر اعمال قبول ہوتے ہیں، ورنہ اس کے علاوہ اعمال کوئی فائدہ نہیں دیتے ۔ اور یہ جو ’’کتاب الوحي‘‘ ہے، یہ بمنزلہ مقدمہ کے ہے، تو اس اعتبار سے ’’کتاب الوحي‘‘ کو جب ہم بطور مقدمہ کے دیکھیں گے، اور اس کے بعد ہم جائیں گے ’’کتاب الإیمان‘‘ کی طرف، اور پھر عام طور پر جو ایمان کے بعد نماز کا ذکر ہے، صلاۃ کا ذکر ہے، تو ’’ کتاب

الصلاۃ ‘‘ ہونا چاہیے، یہاں ایسا نہیں، بلکہ ’’کتاب العلم ‘‘ سے شروع کیا کہ جب تک علم نہیں ہوگا آپ کو نماز کا پتا کیسے چلے گا؟ اور پھر ویسے بھی نماز سب سے مقدم چیز ہے، لیکن کتاب کا آغاز کبھی بھی ہم ’’کتاب الصلاۃ ‘‘ سے نہیں کرتے، بلکہ ’’کتاب الطھارۃ ‘‘ بھی تو دیکھتے ہیں، کیونکہ طہارت تو دار و مدار ہے، وہ بمنزلہ شرط کے ہے اور ’’صلاۃ ‘‘ بمنزلہ مشروط کے، اور مشروط بغیر شرط کے کبھی بھی موجود نہیں ہوسکتا، تو اس اعتبار سے ’’ کتاب الوحي ‘‘ کو بمنزلہ مقدمہ کے ذکر کیا گیا ہے اور ابتدا ’’کتاب الإیمان ‘‘ سے کی گئی ہے، اور پھر آخر میں ’’ کتاب التوحید ‘‘، اور اس کے ’’۵۸ ‘‘ ابواب میں آخری باب، ’’باب: قول اللہ تعالیٰ: وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ. وأن أعمال بني آدم وقولهم يوزن. وقال مجاهد: القسطاس، العدل بالرومية، و يقال: القسط مصدر المقسط، وهو العادل، وأما القاسط فهو الجائر. ‘‘ اور آخر میں پھر یہ ہے کہ آپ نے آٹھ سال جس مجلس میں گزارے ہیں، اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ مجلس سے اُٹھنے سے پہلے جو تسبیح وتحمید کر لے، تو اس دوران کی جتنی کمی بیشی ہوگئی ہے، اللہ تعالیٰ سب کو معاف کر دیتا ہے، تو آخر میں فرمایا: ’’کلمتان حبیبتان إلی الرحمٰن، خفیفتان علی اللسان، ثقیلتان في المیزان: سبحان اللہ وبحمدہٖ، سبحان اللہ العظیم ‘‘

اجازتِ حدیث

جو میرے اساتذہ تھے وہ تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے آگے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ تک ان کا سلسلہ جاتا ہے، اور یہی آپ کو بھی یہاں اساتذہ بتاتے ہیں۔ اور ایک سند جو مجھے حاصل ہے، وہ حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہٗ کی ہے، جو مظاہر علوم سہارنپور میں پڑھاتے تھے، انہوں نے بھی مجھے ایک شرط کے ساتھ اجازت دی ہے کہ میرے اکابر کی تشریحات کو سامنے رکھتے ہوئے حدیث پڑھایا کرو، تو میرے اکابر کی تشریحات وہ آپ کے بھی مدنظر ہونی چاہئیں۔ اور سند پر بھی اعتماد ہوتا ہے، اور سند شریعت میں بھی ہے، سند طریقت میں بھی ہے، سند سیاست میں بھی ہے، اسی طرح سند نسب میں بھی ہے کہ کس کے بیٹے ہو، کس کے پوتے ہو، کس کے پڑپوتے ہو، یہ باعثِ فخر ہے، اور اس کا خیال نا کرنا، اور اس کو خراب کرنا اس پر وعید آئی ہے، تو تشریحات جو ہیں اس میں بھی سند ہے۔ آج کے زمانے میں ایسے ایسے نئے نئے قسم کے اسکالر پیدا ہوتے ہیں، جو شریعت کی ایسی تشریح کرتے ہیں کہ جو آج مغرب کے لیے بھی کام کرتی ہے، لیکن اس کی زبان بڑی شستہ، چرب زبان، بڑی خوبصورت گفتگو کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ مولوی صاحبان تو پرانی باتیں کرتے ہیں، لیکن وہ نئے انداز سے بات کرنا ہی

درحقیقت گمراہی ہوتی ہے۔لہٰذا اپنے اکابر پر اعتماد ہونا چاہیے،جنہوں نے آج تک اتنی بڑی تعداد میں آپ جیسے علماء کرام،فضلاء کرام دیے ہیں،اور جہاں تک یہ احادیث آپ کو پہنچی ہیں تو ظاہر ہے کہ ان حضرات کی محنت کے نتیجے میں آپ کو پہنچی ہیں کہ اگر بظاہر متضاد حدیثیں آجاتی ہیں،متصادم آجاتی ہیں،تو ان میں تطبیق پیدا کرنے کے طریقے کیا ہیں؟ اگر تطبیق پیدا نہیں ہوسکتی تو پھر ترجیح کس کو دی جائے؟ اس کے طریقے کیا ہیں؟ اگر ترجیح کی بھی کوئی صورت نا ہو تو پھر تنسیخ کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ یہ سارے اصول وطریقے اُصولِ حدیث میں ہمارے اکابر نے بیان کیے ہیں اور ہم نت نئی اور خوبصورت قسم کی گفتگو پر مرمٹتے ہیں،چاہے وہ درست ہی نہ ہو۔تو اپنے اکابر پر اعتماد کریں اور ان کی تشریحات کی روشنی میں حدیث کو آگے پڑھائیں، جنہوں نے اپنے اکابر پر اعتماد کرکے ان کی تشریحات کے مطابق حدیث پڑھائی،میں عاجز کی طرف سے ایک طالب علم کی ان کو اجازت ہے،ورنہ اس کے بغیر اجازت نہیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

حواشی وحوالہ جات

١-سورة البقرة، آية: ٣١

٢-أيضا

٣- ملاحظہ ہو: أبو الفداء عماد الدين إسماعيل بن عمر بن كثير: تفسير ابن كثير، ص: ٣٣٥/ ١، تحقيق: حكمت بن بشير بن ياسين، ن: دار ابن الجوزي، ط: الأولىٰ.

٤- سورة الرحمٰن، آية: ١، ٢

٥-سورة النساء، آية: ١٦٣

٦- أيضا

٧- الإمام أحمد بن حنبل (١٦٤- ٢٤١ هـ): مسند أحمد، ص: ٣٨٠/ ٣٨، رقم الحديث: ٢٣٣٥٧، ن: مؤسسة الرسالة، ط: الأولى، ١٤٢١ هـ- ٢٠٠١ م.

٨- أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري: صحيح البخاري، ص: ٤٤٩/ ٤، رقم الحديث: ٣٤٥٣، ن: دار التأصيل، ط: الأولىٰ.

٩- سورة الإسراء، آية: ٧٠

١٠- الإمام البخاري: صحيح البخاري، ص: ٢٢/ ٨، رقم الحديث: ٦٠٠٤

١١- أبو عيسىٰ محمد بن عيسىٰ الترمذي (ت: ٢٧٩ هـ): سنن الترمذي، كتاب الزهد، ص: ١٥١/ ٤، رقم الحديث: ٢٣٢٣، ن: دار الغرب الإسلامي، ط: الأولىٰ.

١٢- سورة الأعراف، آية: ٣٢

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

علومِ انوری کا گنجینہ: ''الإتحاف لمذہب الأحناف''

مولانا محمد یاسر عبداللہ
استاذِ جامعہ

(دوسری اور آخری قسط)

''الإتحاف'' - ایک تجزیہ

''الإتحاف'' کے تفصیلی تعارف کے لیے شبِ فرقت کی مانند فرصت کے ساتھ طولانی تحریر درکار ہے، اور سرِدست راقم سطور ان دونوں امور سے تہی دست! سو کتاب کی ابتدا میں پونے دوسو صفحات (ص: ۱۳ تا ص: ۱۸۸) پر مشتمل جو مفصّل علمی تجزیہ وتبصرہ پیش کیا گیا ہے، اس کی روشنی میں کتاب کی کچھ جھلک زیبِ قرطاس کی جارہی ہے، صحیح معنوں میں کتاب کی قدر و قیمت سے آگاہی مطالعہ سے ہی ہو سکے گی؛ کیونکہ: ''شنیدہ کے بود مانندِ دیدہ!''، ''لیس الخبرُ کالمعاینة''، یعنی ''دیکھا سنا برابر نہیں!''

کتاب کی ابتدا میں تحریر کیا گیا تفصیلی مقدمہ یا دراسہ، دو ابواب اور متعدد ذیلی فصول میں پھیلا ہوا ہے:

بابِ اول میں علامہ نیمویؒ اور ان کی کتاب ''آثار السنن'' کا تعارف کرایا گیا ہے۔ یہ باب، تین فصلوں اور خاتمہ میں تقسیم کیا گیا ہے:

❶ - فصلِ اول میں علامہ نیمویؒ کے احوالِ زندگی، ان کی علمی منزلت اور تالیفات کا قدرے تفصیلی تذکرہ ہے؛ کیونکہ علامہ موصوف کے حالاتِ زندگی متداول نہ ہونے کی بنا پر عام دسترس میں نہیں۔

❷ - فصلِ دوم میں ''آثار السنن'' کا تعارف کراتے ہوئے کتاب کا باعثِ تالیف، زمانۂ تالیف، علمی مرتبہ، کتاب پر تنقیدی مباحث، مطبوعہ نسخوں کا تجزیہ، کتاب کے بقیہ مسودہ کا تذکرہ اور تکملہ کی ضرورت جیسے مفید مباحث بیان کیے گئے ہیں۔

❸ - فصلِ سوم میں ''آثار السنن'' کی تالیف میں علامہ نیمویؒ کا منہج واضح کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں کتاب کے مشمولات کا اجمالی تذکرہ، مختلف جہتوں سے کتاب کا اُسلوب وخصوصیات (مثلاً: ابواب قائم

کرنے کا اسلوب، نقدِ حدیث اور اصطلاحات کے استعمال کا اسلوب، تخریج احادیث کا اسلوب ’’قال النیموي‘‘ میں پنہاں اغراض ومقاصد، وغیرہ)، نیز کتاب کے دونوں حواشی: ’’التعلیق الحسن‘‘ اور ’’تعلیق التعلیق‘‘ کا منہج پیش کیا گیا ہے۔

خاتمہ میں متنِ کتاب اور اس کے دونوں حواشی کی تالیف کے دوران مؤلف کے پیشِ نگاہ مصادر ومراجع کی فہرست دقّت رسی سے مرتّب کی گئی ہے۔ اس فہرست میں ۱۵۳ مآخذ کا ذکر آ گیا ہے۔

بابِ دوم کا محور علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کی حیات اور ’’الإتحاف لمذهب الأحناف‘‘ ہیں، یہ باب بھی تین فصلوں اور خاتمہ پر مشتمل ہے:

①- فصلِ اول میں علامہ کشمیریؒ کے احوالِ زندگی قدرے اختصار سے پیش کیے گئے ہیں، اس لیے کہ علامہ موصوفؒ کی حیاتِ مستعار کے متعلق اردو وعربی اور دیگر زبانوں میں بہت سی کتب اور مقالات شائع ہو چکے اور اہلِ علم کی دسترس میں ہیں۔ اس فصل کے آخر میں تصنیف وتالیف کے تئیں علامہ کشمیریؒ کے عمومی منہج پر اُچٹتی نگاہ ڈالتے ہوئے چند اہم نکات درج کیے گئے ہیں۔

②- فصلِ دوم میں ’’الإتحاف لمذهب الأحناف‘‘ کا تعارفی جائزہ لیا گیا ہے، اس فصل کے عنوانات پر نگاہ ڈالیے:

’’الإتحاف‘‘ کا باعثِ تالیف، زمانۂ تالیف، وجہِ تسمیہ، خود مؤلف اور دیگر اہلِ علم کے نزدیک کتاب کی اہمیت ومرتبہ، کتاب سے اہلِ علم کا استفادہ، کتاب کی خصوصیات وامتیازات، علامہ نیمویؒ کی ’’آثار السنن‘‘ اور اس پر مولانا عبد الرحمٰن مبارک پوریؒ کی تنقیدی کتاب ’’أبكار المنن‘‘ کا تقابلی جائزہ اور دونوں پر علامہ موصوف کے تعقّبات، ’’الإتحاف‘‘ کی تخریج کے تئیں متعدد اہلِ علم کی کوششیں، اور علامہ کشمیریؒ کے قلم سے ’’الإتحاف‘‘ کے آخر میں ملحق متفرق فوائد کا تعارف۔

③- فصلِ سوم میں ’’الإتحاف‘‘ کے اسلوبِ تالیف کا مفصّل تجزیہ کیا گیا ہے، یہ فصل لگ بھگ ستر صفحات میں پھیلی ہوئی ہے اور پانچ مباحث میں تقسیم کی گئی ہے:

❶ - مبحثِ اول میں علامہ کشمیریؒ کی چند منہجی خصوصیات سے پردہ اُٹھایا گیا ہے، کتاب سے استفادہ کے لیے ان امور سے آگاہی از بس ضروری ہے، مثلاً: تعلیقاتِ کشمیری میں رموز واشارات کا استعمال، عبارات کی تخریج اور اسماء کتب کے تذکرہ میں اختصار پسندی، علمی امور میں اطلاق یا نفی میں احتیاط، مخالفین کے ساتھ انصاف، امثلہ ونظائر کے ذریعے مسائل کی توضیح اور تقریب فہمی۔

یہ امور، علامہ کشمیریؒ کی تمام تالیفات سے استفادہ کے لیے شاہ کلید کی حیثیت رکھتے ہیں۔

❷ - مبحثِ دوم میں علومِ حدیث سے علامہ کشمیریؒ کے اعتناء کا تذکرہ ہے، اور اس مبحث کو ذیلی طور پر پانچ مطالب میں تقسیم کیا گیا ہے:

مطلبِ اول، شرحِ حدیث سے متعلق ہے۔ اس مطلب میں توضیحِ حدیث بہ حدیث، احادیثِ باب (زیرِ بحث موضوع سے وابستہ احادیث) پر وارد اشکالات کا دفعیہ، دلائل ومؤیّدات میں مؤلف کے ذکر کردہ امور پر اضافہ، اور توجیہِ احادیث جیسے قیمتی عنوانات تلے سچے موتیوں کی مانند فوائد بکھرے ہوئے ہیں۔

مطلبِ دوم کا تعلق رجالِ احادیث سے ہے۔ اس ضمن میں اختصار کے ساتھ راویوں کا تعارف، راویوں پر کلام کا اسلوب، فنِ متفق ومفترق، تعیینِ اَنساب، مبہم اسماء اور کنیتوں کی وضاحت، وغیرہ مباحث سے متعلق تجزیہ کیا گیا ہے۔

مطلبِ سوم میں احادیث ونصوص کی تخریج کے تعلق سے علامہ کشمیریؒ کے منہج کے متعلق خامہ فرسائی کی گئی ہے۔ اس مطلب کے ذیلی عناوین یوں ہیں: علامہ نیمویؒ کے مصادر کی تخریج، موقوف روایات کے مصادر کی تعیین، احادیثِ باب (زیرِ بحث موضوع سے متعلق دیگر احادیث) کی تخریج کا اہتمام، نصوصِ حدیث کو نصوصِ قرآن سے جوڑنا۔

مطلبِ چہارم نقدِ حدیث کے گرد گھومتا ہے۔ اس مطلب میں عللِ احادیث پر کلام اور امام ترمذیؒ کی تصحیح وتحسین پر علامہ کشمیریؒ کے اعتماد کا تذکرہ ہے۔

مطلبِ پنجم میں حدیثی اصطلاحات کے متعلق بعض اہم مباحث کا بیان ہے، مثلاً: حدیثِ معنعن کے متعلق امکانِ لقاء کا مسئلہ، حدیثِ مرسل کا حکم اور دورانِ تالیف علامہ کشمیریؒ کے ہاں اصولِ حدیث کا فنی استعمال۔

❸ - مبحثِ سوم کا موضوع، فقہ وعلومِ فقہ سے علامہ کشمیریؒ کا اعتناء ہے۔ دراسہ کے اس آخری حصے کے دامن میں بھی نہایت گراں مایہ علمی فوائد بکھرے ہوئے ہیں، مثلاً: اختلافِ فقہاء کے اسباب کی نشان دہی، فقہی مذاہب میں تقریب کی کوشش، ایک ہی مسئلہ سے متعلق امام ابوحنیفہؒ کے مختلف اقوال میں تطبیق، اہلِ علم کے مذاہب کا بیان، اور اہلِ علم کے مختلف اقوال میں تطبیق، وغیرہ۔

❹ - مبحثِ چہارم میں استدراکات اور تعقبات کا تذکرہ ہے، ان کا تعلق احادیث کی تصحیح وتضعیف، رجالِ احادیث، اور عللِ احادیث سے بھی ہے، نیز حوالہ جات ولغوی مباحث میں آمدہ تسامحات اور علامہ نیمویؒ کے مصادر میں دَر آئی طباعتی اغلاط سے بھی!

❺ - مبحثِ پنجم میں متفرق فوائد کا تذکرہ ہے، اور کتاب میں بکھرے متفرق تفسیری، حدیثی اور

لغوی فوائد کو اُجاگر کیا گیا ہے۔

اس باب کے خاتمہ میں ''الإتحاف لمذهب الأحناف'' کی تالیف کے دوران علامہ کشمیریؒ کے پیشِ نظر مصادر ومراجع کی تفصیلی فہرست ترتیب دی گئی ہے، اور اس فہرست میں متفرق علوم وفنون سے متعلق ۳۵۰ کتب کا تذکرہ ہے، یہ تعداد مؤلف علامہ نیمویؒ کے مراجع کی تعداد کے مقابلے میں دوگنا سے بھی زیادہ ہے، اور دیگر تالیفات سے قطع نظر محض اس فہرست میں درج اسماء پر سرسری نگاہ ڈالنے سے بھی علامہ کشمیریؒ کی وسعتِ مطالعہ اور ژرف نگاہی کا اندازہ ہوتا ہے۔

بہرکیف ''الإتحاف'' سے استفادہ کے لیے اس تفصیلی دراسہ کا مطالعہ عقدہ کشا ہے، ترغیب وتشویق اور کتاب کے مباحث کے تجزیہ کی غرض سے اس کے مشمولات کا سرسری تعارف یہاں ذکر کردیا گیا ہے۔ زیرِنظر تحریر میں بھی اس دراسہ سے کافی استفادہ کیا گیا ہے۔

کتاب کی چند اہم خصوصیات

علامہ کشمیریؒ کی یہ کتاب گوناگوں خصوصیات کی حامل ہے، اور بعض جہتوں سے علامہ موصوفؒ کی دیگر تالیفات سے جداگانہ حیثیت رکھتی ہے، ذیل میں اس کتاب کے چند اہم امتیازات درج کیے جارہے ہیں، ان امور کی تفصیل کے لیے کتاب کی ابتدا میں مذکور دراسہ کی مراجعت کی جاسکتی ہے:

①- ''آثار السنن'' کے متعلق مؤلف کے علاوہ کسی اور صاحبِ علم کی جانب سے سب سے پہلی تالیف ''الإتحاف لمذهب الأحناف'' ہے، یہ ایک معاصر کی جانب سے دوسرے معاصر عالم کی قدردانی کا نمونہ ہے، اور عربی زبان کے مشہور مقولہ ''المعاصرةُ قنطرةُ المنافرة'' (ہم عصری، باہمی نفرت کا زینہ ہے) کے برعکس مؤلفِ ''الإتحاف'' کی وسعتِ ظرفی اور کشادہ دلی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ بلاشبہ ''آثار السنن'' سے متعلق کوئی علمی خدمت اس کتاب سے بڑھی ہوئی نہیں۔

②- ''الإتحاف'' تصنیف وتالیف کے مروّجہ اسلوب کے متعلق مرتب کی گئی تالیف نہیں، بلکہ علامہ کشمیریؒ نے ۱۳۲۳ھ سے ۱۳۴۸ھ تک پچیس برس کے دورانیے میں یہ حواشی تحریر فرمائے ہیں، اس دوران دیگر تالیفی وتحقیقی سرگرمیوں کے ساتھ علامہ موصوفؒ متعلقہ مواد ''آثار السنن'' کے ذاتی نسخے میں درج فرماتے گئے، جس نے بعد ازاں ایک تالیف کی صورت اختیار کرلی۔

③- یہ کتاب محض ایک حدیثی کتاب کا حاشیہ نہیں، بلکہ اس میں علومِ حدیث وفقہ، اور علومِ کلام ولغت بکھرے ہوئے ہیں، گویا ایک ہی خوان پر مختلف ذائقے لیے رنگارنگ پھل پھول سجے ہوئے ہیں۔

④- کتاب میں ہر فن کے مصادرِ اصلیہ سے استفادہ کیا گیا ہے، اور حسبِ ضرورت ثانوی مآخذ کی جانب رجوع کیا گیا ہے۔ علامہ موصوفؒ کی سبھی کتابوں میں یہ خصوصیت نمایاں ہے۔

⑤- علامہ کشمیریؒ کسی بھی موضوع سے متعلق تمام جہتوں کا احاطہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ خصوصیت بھی علامہ موصوفؒ کی تمام کتب میں عام ہے۔

⑥- اللہ تعالیٰ نے علامہ کشمیریؒ کو نقد کا بلند ملکہ عطا فرمایا ہے، اور علامہ موصوفؒ اپنی کتابوں میں نہایت ادب واحترام اور متانت کے ساتھ ائمہ ومحققین کی آراء واقوال پر خالص علمی اُسلوب میں نقد فرماتے ہیں، اور بلاشبہ ان کی کتابیں نقد وادب میں توازن کا عمدہ نمونہ ہیں۔

⑦- اس کتاب کی بدولت بہت سی نادر کتب ومخطوطات کی عبارتوں تک رسائی ہوتی ہے، جو آج بھی زاویۂ خمول میں ہیں، مثلاً: علامہ عبدالرحمٰن بن احمد بہکلی یمانیؒ (۱۲۴۸ھ) کی کتاب ''تيسير اليسرى بشرح المجتبى من السنن الكبرى للنسائي'' (اس کتاب کا چار جلدوں پر مشتمل ایک نسخہ صنعا، یمن کی ''الجامع الكبير'' کے کتب خانہ میں محفوظ ہے)، اور علامہ عبدالوہاب بن محمد غوث مدراسیؒ کی کتاب ''كشف الأحوال في نقد الرجال'' (اس کتاب کا ایک نسخہ قاہرہ، مصر کے ''المكتبة الأزهرية'' میں محفوظ ہے)، وغیرہ۔

⑧- ''الإتحاف''، علامہ کشمیریؒ کی خودنوشت تحقیقات کا مجموعہ ہے، اور علامہ موصوفؒ کے علوم ومعارف سے استفادہ کے لیے ان کی درسی تقاریر وامالی کی بنسبت ان کی تالیف کردہ کتب زیادہ اہم ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں، تاہم علومِ انوری کے ایک ماخذ کی حیثیت سے علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ کی کتاب ''معارف السنن'' اپنی امتیازی خصوصیات کی بنا پر اس قاعدہ سے مستثنا ہے۔

⑨- ''الإتحاف'' میں علمی وتحقیقی مواد کی کثرت ہے، یہی وجہ ہے کہ خود علامہ موصوفؒ اپنی دیگر تالیفات میں جابجا اس کا حوالہ دیتے نظر آتے ہیں۔

⑩- علامہ کشمیریؒ کی دیگر کتب عام طور پر متفرق جزوی اور فروعی مسائل (رفع یدین، فاتحہ خلف الامام اور وتر) سے وابستہ ہیں، جبکہ ''الإتحاف''، ''كتاب الطهارة'' سے ''كتاب الجنائز'' تک بہت سے فقہی ابواب سے متعلق ہے، اور ان ابواب سے وابستہ اہم فقہی مباحث کے متعلق علامہ موصوف کی آراء اور نتائجِ تحقیق کا خزینہ ہے۔

⑪- علامہ کشمیریؒ کی تعلیقات کی تالیف کا دورانیہ ربع صدی میں پھیلا ہوا ہے، اس دوران وہ مسلسل اس کتاب کی جانب متوجہ رہے، اس بنا پر ان کی تحقیق ومطالعہ میں اضافہ کے اثرات ان تعلیقات

میں جھلکتے ہیں، اور بعض مسائل میں وہ اپنی سابقہ آرا سے رجوع کرتے نظر آتے ہیں۔ دراسہ میں اس کی چند مثالیں پیش کی گئی ہیں۔

⑫- علومِ انوری میں ’’الإتحاف‘‘ کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ علامہ کشمیریؒ کے تلامذہ میں علامہ بنوریؒ نے ’’معارف السنن‘‘ میں، اور مولانا سید احمد رضا بجنوریؒ نے ’’انوار الباري‘‘ کی ترتیب میں اس کتاب سے خوب استفادہ کیا ہے۔ نیز قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ نے بھی اپنی تالیفات میں اس کتاب سے فائدہ اُٹھایا ہے۔

’’مُشتے نمونہ از خروارے‘‘

’’الإتحاف‘‘ دو جلدوں میں اور لگ بھگ بارہ سو صفحات میں پھیلی ہوئی ہے، اور اس کے ایک ایک صفحے میں لعل و جواہر بکھرے ہوئے ہیں، حضرت شاہ صاحبؒ کی دیگر تالیفات کی مانند اس کتاب میں بھی بعض علمی مباحث میں درازنفسی سے کام لیا گیا ہے، اگر ان مباحث کو مروّجہ تالیفی صورت میں مرتّب کیا جائے تو مستقل کتابیں یا کم از کم رسائل وجود میں آسکتے ہیں۔ سرِدست ’’کتاب الطهارة‘‘ میں ’’باب المياه‘‘ کے تحت درج ایک نسبتاً مختصر عبارت بطورِ نمونہ درج کی جارہی ہے، جو بلاشبہ ’’غيضٌ من فيض‘‘ یا ’’مُشتے نمونہ از خروارے‘‘ کا مصداق ہے۔

علامہ نیمویؒ نے مذکورہ عنوان کے تحت دیگر احادیثِ باب کے ساتھ درج ذیل دو روایتیں بھی نقل کی ہیں:

’’وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ : إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا. رَوَاه الشَّيْخَانِ.‘‘

’’وَعَنْهُ ، قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّا نرْكَبُ البَحْرَ، وَنَحْمِلُ مَعَنَا القَلِيْلَ مِنَ الماءِ، فَإِنْ تَوَضَّأنَا بِهِ عَطِشْنَا، أَفَنَتَوَضَّأُ مِنْ مَاءِ البَحْرِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: هُوَ الطَّهُوْرُ ماؤهُ، الحِلُّ مَيْتَتُهُ.“ رَوَاهُ مالكٌ وآخرونَ، وإسنادُهُ صحيحٌ.‘‘

علامہ نیمویؒ ’’التعليق الحسن‘‘ میں پہلی روایت کی تشریح کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

’’قوله: (فليغسله سبعا) قلتُ: الحديث حجة على مالك ومن تبعه؛ لأنهٗ يدل على أن الماء القليل ينجس بوقوع النجاسة فيه وإن لم يتغيّر؛ لأن ولوغ الكلب لا يغيّر الماء الذي في الإناء غالباً، قال الحافظ ابن حجر في ”فتح

الباري‘‘: ”وفي الحديث دليلٌ على أن حُكْمَ النجاسة يتعادى عن محلِّها إلى ما يجاورها بشرط كونهِ مائعاً، وعلى تنجيس المائعات إذا وقع في جزءٍ منها نجاسة، وعلى تنجيس الإناء الذي يتصل بالمائع، وعلى أن الماء القليل ينجس بوقوع النجاسة فيه وإن لم يتغيَّر“. انتهى كلامهُ مختصرا.‘‘

علامہ نیمویؒ نے یہاں اختصار سے کام لیا ہے، چنانچہ پہلی روایت سے وجہِ استدلال واضح فرمائی، اور حافظ ابن حجرؒ کی ’’فتح الباري‘‘ کے حوالے سے اس حدیث سے مستفاد چند فوائد ذکر کیے ہیں۔ دوسری روایت پر علامہ موصوفؒ نے کلام نہیں فرمایا۔

اب ذرا اس حدیث اور علامہ نیمویؒ کی مذکورہ تعلیق پر علامہ کشمیریؒ کے حواشی ملاحظہ فرمائیے:

’’قوله في التعليق: (دليلٌ على أن حكم النجاسة)، وهناك استدلال آخر واضح في ”الفتح“ (١/٢٦٥) عن ”المسند“، و”الزوائد“ (ص٨٨)، ونحوه عند مسلم (ص ١٥٩).

قوله: (جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم) من بني مدلج، كذا عند الدارمي.

قوله: (إنا نركب البحر) وعند ابن كثير (٣٠٣/٧): ”البحر هو جهنم.“

قوله: (الحل ميتته) أي: الطاهر، أو الإضافة للجنس. والمراد أنهُ ليس ميتة حلالاً إلا منه، وهذا لا يوجد في البر، ولو قال: ”الحِلُّ حيوانه“، لما كان مقيَّداً إلا بكونه عامًّا في مقابلة البر، فلذا قال: ”ميتته“، وأريد به: ”ما لم يُذكَّ“، لا ”ما مات حتْفَ أنْفِه“، وكان الطافي مستحيلا أيضا.

راجع نكتةً في ”العارضة“ (ص١٥٠). [و] راجع لحديث: ”أُحِلَّتْ لنا ميتتان“ (١/٢٥٦) من ”الفتح“، و”الجوهر“، و”التلخيص“، وكلام البيهقي من ”إتمام الدراية“ من ”تخصيص الكتاب بالسنة“. وصحَّح في ”الفتح“ عن عمر، ثم عن علي: ”الحوت ذكيٌّ كلُّه“. وهو في ”الكنز“ من الثامن بزيادة: ”والجراد ذكيٌّ كلُّه“. وما عن الصديق اختلف لفظهُ عند الدار قطنيؒ.

[و] راجع لحديث: ”الطهور ماءهُ، والحل ميتته“: ”التهذيب“ (١٠/٢٥٧)، و ينبغي أن يستدل على حرمة نحو التمساح بمعنى حديث: ”كل ذي ناب“. وكأنه روعي في الطافي نحو ما في الصيد من الجرح والإدماء، وأن يكون بسبب، فقرب الحكم في البر والبحر تحليلاً وتحريماً

وتسبيباً، وما عن أبي بكر عند الدارقطني فيه: "بشر بن آدم" - لا "بشير" - من رجال "التهذيب": "لا بأس به". و"الكنز" (٢٤٣/ ١)، و(٢٧٩/ ٤) من "الهدي" و"روح المعاني" من: "وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ" ومذهبُنا أحوط. وقوله: "أحلت لنا" بالنظر إلى بني إسرائيل، كما في "السيرة المحمدية" من الخصائص، وكان بعضهم أحلَّ لهم أيضا الحيتان في غير السبت، وهو في "الأعراف": "إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا". ولو كان الميتة بمعنى: "ما مات حتف أنفه" لما تناول ما أميت بسبب. وفي لفظ الدارمي: "عن رجال من بني مدلج"، وابن ماجة عن الفراسي ذكَرَ الصيد في سبب الحديث. وسياق الحديث ناظر إلى قولهٖ تعالى: "أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ" وليس العموم مقصود بالحديث، والتعريف على حدِّ قوله: "وإن قتل الهوى رجلاً فإني ذلك الرجل."

مذکورہ عبارت سے درج ذیل نکات واضح ہوتے ہیں:

۱-حافظ ابن حجرؒ کی ''فتح الباري'' ودیگر حوالہ جات کے ذریعے ایک اور طریقۂ استدلال کی جانب اشارہ۔

۲-''سنن الدارمي'' کے حوالے سے حدیث میں مذکور ''رجلِ مبہم'' کی قدرے وضاحت، جس سے نام کی تعیین نہ سہی، نسبت متعین ہوگئی۔

۳-قولہ: (إنا نركب البحر) وعند ابن كثيرؒ (۷/ ۳۰۳): ''البحر هو جهنم'' تفسیرِ ابنِ کثیر میں مذکور اس روایت کی مدد سے سائل کے سوال اور منشا سوال کو مزید واضح فرمایا۔ غیر مظان سے اس نوعیت کی علمی تحقیقات، حضرت شاہ صاحبؒ کا طرّۂ امتیاز ہیں۔

۴- قوله: "الإضافة للجنس" نحوی ترکیب کی جانب اشارہ ہے، کتاب میں نحوی تراکیب کے ایسے نمونے بےشمار ہیں، اور حسبِ ضرورت جابجا تفصیل سے نحوی، صرفی اور دیگر لغوی وادبی مباحث چھیڑے گئے ہیں۔

۵-قوله: ولو قال: "الحِلُّ حيوانه"... حدیثِ نبوی میں موجود بلاغی نکتے کی وضاحت، اوراس کی بنیاد پر استنباطِ احکام میں آئے فرق کی نشان دہی۔

۶-مذکورہ حدیث کی ہم معنی احادیث کی جانب اشارہ۔

۷-احادیث کے مختلف طرق اوران میں مذکور اضافات اور الفاظ میں فرق کا تذکرہ۔

۸-ادنیٰ مناسبت سے بعض بحری حیوانات کے حکم اور اس کی دلیل کا ذکر۔

۹-احادیثِ باب کی سندوں پر کلام۔

۱۰-اختصار کے ساتھ شرحِ احادیث کا اہتمام۔

۱۱-موافقتِ حدیث بالقرآن، یعنی حدیث کو قرآنی آیت کے ساتھ جوڑنا، وغیرہ۔

مذکورہ عبارت پر سرسری نگاہ ڈالنے سے فوری طور پر یہ فوائد ذہن میں آتے ہیں، دقّت کے ساتھ مطالعہ اور حوالہ جات کی مراجعت کی جائے گی تو مزید افادات بھی سامنے آسکتے ہیں۔ یاد رہے کہ تحریر میں طوالت سے اجتناب کی خاطر نمونہ کے طور پر اسی عبارت کے طالب علمانہ تجزیے پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ نیز یہاں محض حضرت شاہ صاحبؒ کی عبارت نقل کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے، اور عبارت میں درج حوالہ جات کی تخریج کا ذکر بھی قصداً ترک کر دیا گیا ہے۔

''الإتحاف'' کی طباعت - چند امتیازات

استاذِ محترم مولانا سید سلیمان بنوری زید مجدہٗ کتاب کی طباعت کے متعلق یوں رقم طراز ہیں:

''الإتحاف'' کی یہ عظیم الشان طباعت درج ذیل امور کو مدِنظر رکھتے ہوئے پایۂ تکمیل کو پہنچی ہے:

①-متنِ کتاب کے لیے ''آثار السنن مع التعليق الحسن وتعليق التعليق'' کے اسی سابق الذکر محقَّق و مصحَّح نسخے کو بنیاد بنایا گیا ہے جو مجلس (مجلسِ دعوت وتحقیقِ اسلامی) سے شائع ہو چکا ہے۔

②- چونکہ علامہ کشمیریؒ کے حواشی ''آثار السنن'' کے متن اور اس کے دونوں حواشی پر ہیں، اس لیے ''الإتحاف'' سے پہلے صفحہ کی ابتدا میں متن کو رکھا گیا ہے، اس کے بعد بالترتیب مؤلف کے حواشی، پھر آخر میں ''الإتحاف'' کو اور پھر صفحے کے آخر میں ''الإتحاف'' کی تخریج ہے۔ متن اور دونوں حواشی، تینوں حصوں میں موجود مواد کو عنوان لگا کر بھی دوسرے سے ممتاز کیا گیا ہے؛ تاکہ قاری کے لیے کسی قسم کی دشواری نہ ہو۔

③- یہ حواشی مستقل تالیفی طرز پر نہیں لکھے گئے، بلکہ مختلف قطعات کی شکل میں جمع کردہ ملاحظات ہیں، جنہیں ابتدا و انتہا اور متعلقہ مواضع کی تعیین کے بغیر علامہ کشمیریؒ نے اپنے نسخے کے چاروں طرف لکھا تھا، جب ان حواشی کو جدید اسلوب کے مطابق مختلف عبارتوں کے ساتھ نمبر وار جوڑنے اور تقسیم کی ضرورت پیش آئی تو عبارت کے تسلسل کو برقرار رکھنے اور مستقل مربوط عبارت کی شکل میں پیش کرنے کے لیے جا بجا بین القوسین ارتباطی کلمات کا اضافہ کیا

گیا، جو ناگزیر تھا، مگر پھر بھی بعض جگہ قاری کو عبارت کے تسلسل میں خلجان پیش آنے کا امکان تھا، خصوصاً وہ مقامات جہاں علامہ کشمیریؒ نے ضمائر بھی کثرت سے استعمال کی ہیں، ایسی جگہوں پر عموماً حواشی میں بات کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

④- ''الإتحاف'' میں موجود حوالوں کی تخریج کا حتی الامکان اہتمام کیا گیا ہے، چاہے وہ اشارتاً مذکور ہوں، البتہ بعض جگہوں پر تخریج اس وجہ سے نہ ہوسکی کہ علامہ موصوفؒ اپنے تبحرِ علمی کی وجہ سے نایاب قلمی کتاب یا نایاب نسخے یا ایسی نادر مطبوعہ کتاب کا حوالہ دیتے ہیں، جس کی طباعت شاید ایک دفعہ کے بعد دوبارہ نہیں ہوسکی، نتیجتاً ایسے حوالوں تک تلاشِ بسیار کے باوجود رسائی نہ ہوسکی، لہٰذا جن جگہوں پر تخریج نہ ہو، انہیں اسی قبیل سے سمجھا جائے، ان مقامات پر حواشی میں تصریح بھی کردی گئی ہے۔

⑤- تصحیح وتخریج کے عمل میں حضرت والد ماجدؒ کی کاپی سے بہت مدد ملی؛ کیونکہ حضرت والد ماجدؒ کتاب کے نصف کے قریب حصے کی تبییض اور تقریباً ایک چوتھائی حصے کی تخریج کر چکے تھے، چنانچہ کتاب کی تبییض وتخریج میں اس کاپی سے کافی استفادہ کیا گیا، اور حواشی کے بہت سے مقامات اس کی روشنی میں حل ہوئے، کتاب کے مقدمہ میں ان تمام مراحل کی تفصیل درج کی گئی ہے۔

⑥- کتاب کے شروع میں ایک جامع مقدمہ کا اضافہ کیا گیا ہے، جس میں شیخین: علامہ نیمویؒ و کشمیریؒ کی حیاتِ مبارکہ اور ان کی کتب (''آثار السنن'' و''الإتحاف'') میں اُن کے اُسلوب ومنہج اور خصائص وامتیازات سے متعلقہ اہم تحقیقات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے، جس سے قاری کو علی وجہ البصیرت اس کتاب کے مطالعہ میں مدد ملے گی۔''(۱)

یہاں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ ''مجلسِ دعوت وتحقیقِ اسلامی'' میں ''الإتحاف'' پر کام کا آغاز ہوتے ہی اندازہ ہوا کہ ''آثار السنن'' اور اس کے حواشی کے مطبوعہ نسخوں میں اغلاط کی کثرت ہے، اور خود متنِ کتاب اور حواشی بھی تحقیق کے متقاضی ہیں، چنانچہ خود مصنف کے نسخے اور علامہ کشمیریؒ کے زیرِ استعمال نسخے کی تصحیحات سے استفادہ کرتے ہوئے متنِ کتاب اور حواشی کی نئے سرے سے تحقیق کی گئی، اور ''آثار السنن مع التعليق الحسن وتعليق التعليق'' کا ایک محقَّق ومصحَّح نسخہ مرتَّب کیا گیا، جو مجلسِ دعوت وتحقیقِ اسلامی سے طبع ہوکر عام ہو چکا ہے، اور ''الإتحاف'' کے ساتھ بھی یہی نسخہ شائع کیا گیا ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ یہ نسخہ کتاب کا سب سے بہتر اور محقَّق نسخہ ہے، اور یہ بجائے خود ایک مفید کام ہے۔

''الإتحاف'' علامہ بنوریؒ اور جامعہ بنوری ٹاؤن

علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کی اس بلند پایہ تالیف کو بجا طور پر ان کی طویل تر علمی تحقیقات کا حاصل اور سالہا سال کے مطالعہ وتحقیق کا نچوڑ کہا جا سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ علامہ موصوفؒ اپنی حیاتِ مستعار کے آخری برسوں میں ان حواشی کی تخریج اور طباعت کے متمنی تھے، علامہ موصوفؒ جیسے جلیل القدر عالم کا اپنی تالیفات میں اس کتاب کو اس قدر اہمیت دینا اس کتاب کی جلالتِ شان کا غماز ہے۔ نیز گزشتہ ایک صدی میں اس کتاب کی تخریج وترتیب اور طباعت کے لیے عرب وعجم کے کبار اہلِ علم کی آرزوئیں بھی کتاب کے علمی مرتبے کو اُجاگر کرتی ہیں۔ مزید براں علامہ کشمیریؒ کا اپنے چہیتے اور باوفا شاگرد مولانا بنوریؒ کو ان حواشی کی تخریج کا حکم دینا، اپنی نگرانی میں انہیں مصروفِ عمل رکھنا، علامہ بنوریؒ کا تاحیات اس فکر میں رہنا اور مولانا محمد منظور نعمانیؒ وشیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ جیسے علماء کا انہیں متوجہ کرتے رہنا بھی اس کتاب کی اہمیت کی واضح دلیل ہے۔

طالب علمانہ ذہنوں میں یہ سوال اُبھرتا ہے کہ علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ اس قدر آرزوؤں اور اہلِ علم کی تاکیدوں کے باوصف ''معارف السنن'' کی تکمیل اور ''الإتحاف'' کی تحقیق وتخریج جیسے اہم علمی کاموں سے کیوں عہدہ برانہ ہوئے؟! اس سوال کا جواب درج ذیل نکات میں مل سکتا ہے:

❶ - بلاشبہ حضرت بنوریؒ کی تمنّا تھی کہ وہ خود یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچائیں، حضرت شاہ صاحبؒ کی حیات میں ان کے حکم سے وہ یہ کام شروع فرما چکے تھے، حضرت کی یہ کاپی، بنوری خاندان کے کتابی ذخیرے میں محفوظ ہے۔ استاذِ محترم مولانا سید سلیمان بنوری زید مجدہٗ اس بابت لکھتے ہیں:

> ''حضرت والد ماجدؒ، کتاب کے نصف کے قریب حصے (کتاب کے ۲۷۷ ابواب میں سے ۱۱۶ ابواب) کی تبییض اور تقریباً ایک چوتھائی حصے (۲۷۷ ابواب میں سے ۶۲ ابواب) کی تخریج کر چکے تھے، چنانچہ کتاب کی تبییض وتخریج میں اس کاپی سے کافی استفادہ کیا گیا، اور حواشی کے بہت سے مقامات اس کی روشنی میں حل ہوئے۔''(۲)

لیکن کام شروع کرنے کے باوجود متعدد اسباب کی بنا پر حضرت بنوریؒ اسے کیوں مکمل نہ کر پائے؟! استاذِ محترم مولانا سید سلیمان بنوری زید مجدہٗ اس عُقدہ کو حل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''اپنے محبوب شیخ کے حکم کی تعمیل میں حضرت والد صاحبؒ نے اس کام کو شروع تو فرما لیا، لیکن ان کی حیاتِ مستعار کے نشیب وفراز، اَن گنت حوادث، گوناگوں ذمہ داریاں اور مصروفیات اس کام کی تکمیل میں آڑے آتی رہیں، اور حضرت والدِ ماجد اس خواہش کو سینے میں دَبائے سفرِ آخرت پر روانہ ہو گئے۔''(۳)

❷-مولانا بنوریؒ نے اپنی زندگی کی آخری دو دہائیوں کو رجال سازی کے عظیم مشن کے لیے وقف کر دیا تھا، وہ حیاتِ مستعار کی آخری ربع صدی (۱۹۵۴ء تا ۱۹۷۷ء) میں اپنے لگائے باغ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کو سینچنے میں مصروف رہے۔ اس مناسبت سے علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے ایک اور شاگردِ رشید اور ان کے فرزندِ نسبتی، مولانا بنوریؒ کے رفیقِ سفر وحضر مولانا سید احمد رضا بجنوریؒ کے تأثراتی مضمون کا درج ذیل اقتباس لائقِ مطالعہ ہے، جو انہوں نے مولانا بنوریؒ کی وفات کے موقع پر ''تذکرۂ دوست'' کے عنوان سے قلم بند کیا تھا، یہ اقتباس ملاحظہ فرمایئے، اور ذہن ودماغ میں کلبلاتے سوالات کے جوابات تلاشیے، مولانا بجنوریؒ رقم طراز ہیں:

> ''مولانا بنوریؒ نے جس طرح بھی ہوسکا اپنی دوسری اہم مصروفیات کے باوجود اس کام (''معارف السنن'' کی تالیف) پر اپنی جان لڑادی تھی، اور خود بھی ان کے مزاج میں بلا کی تحقیق وریسرچ کا جذبہ حق تعالیٰ نے ودیعت رکھا تھا۔ میری مولانا موصوف سے چونکہ دیرینہ رفاقت اور بے تکلفی تھی، میں ان کو ہمیشہ کہتا تھا کہ آپ مدرسہ کا اہتمام، بلکہ درس وغیرہ کا کام بھی ترک کر کے صرف تصنیف وتالیف پر پورا وقت صرف کریں، مگر افسوس کہ میری یہ تمنا پوری نہ ہوسکی، اور موصوف اپنا خاص کام ''معارف السنن'' وغیرہ کی تکمیل کا ناقص چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ!
>
> یہ ضرور ہے کہ دو تین سال قبل افریقہ سے واپسی میں جب میں ایک دن اور دورات کے لیے مولانا مرحوم کے پاس مقیم ہوا، اور ان کا مدرسہ دیکھا تو میں ''معارف السنن'' کے لیے کچھ کہنے کا ارادہ رکھتے ہوئے بھی کچھ کہہ نہ سکا؛ کیونکہ میں نے مدرسہ کی صورت میں وہ سب کچھ دیکھا جس کی مجھے کسی طرح توقع نہ تھی۔''

آگے جامعہ کے نصاب ونظام میں مشاہدہ کی گئی چند خصوصیات کا تذکرہ کرنے کے بعد مولانا بجنوریؒ لکھتے ہیں:

> ''تخصّص کے درجات بھی بڑے اہتمام کے ساتھ قائم کیے گئے ہیں، اور راقم الحروف نے درجاتِ تخصّص کے طلبہ کے کمروں کو دیکھا کہ ان میں مطالعہ کے لیے کتابوں کی اتنی وافر تعداد ہے جو بعض بڑے مدارس کے اساتذہ کے یہاں بھی نہیں دیکھی، وغیرہ۔ ان باتوں کو دیکھ کر میں اتنا متاثر ہوا کہ ''معارف السنن'' کے کام کے سلسلہ میں مولانا پر کچھ بھی زور نہ دے سکا، اور ان کے ضعف ونقصِ صحت کو دیکھ کر بھی خاموش رہنا پڑا۔''(۴)

مندرجہ بالا اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ علامہ بنوریؒ نے اپنی حیاتِ مستعار کے اس آخری دور میں خودکورجالِ کار کی تیاری اور ادارہ سازی میں فنا کردیا تھا، نیز انہیں ان کی گوناگوں علمی، اصلاحی اور تحریکی مصروفیات نے بھی خالص علمی کام کے لیے یکسو نہ چھوڑا تھا، اس بنا پر وہ چاہتے تھے کہ اپنے لگائے چمن کو سینچ کر ایسا پھلا پھولا چھوڑیں کہ ان کے ادارے میں نشوونما پائے فضلاءِ علمی کارنامے سرانجام دیں اور یہ سلسلہ یونہی جاری رہے۔ سچ ہے کہ ''كلّ أمرٍ مرهونٌ بوقته'' یعنی ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر کام کا وقت مقدّر اور مقرّر ہوتا ہے اور ہر کام اپنے وقت پر ہی ہوتا ہے''، گویا: ''وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے!'' اسے کرشمۂ قدرت کہیے یا تکوینی امر کہ حضرت مولانا بنوریؒ گوناگوں اسباب کی بنا پر ''معارف السنن'' کی تکمیل اور ''الإتحاف'' کی تخریج جیسے کام پچھلوں کے لیے تشنہ چھوڑ گئے، اور پھر علامہ بنوریؒ کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں میں ایسے باکمال فضلاء پیدا ہوئے، جنہوں نے انہی کے راہنما خطوط پر سفر جاری رکھتے ہوئے بہت سے علمی کارنامے سرانجام دیے، ان کاموں میں سرفہرست درج ذیل ہیں:

①-حضرت مولانا بنوریؒ کے فرزندِ نسبتی مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار شہیدؒ کی کتاب: ''كشف النقاب عما يقوله الترمذي: وفي الباب'' اس کتاب کی کل بارہ جلدیں شائع ہوچکی ہیں، ان میں سے ابتدائی پانچ جلدیں مولانا شہیدؒ نے اپنی حیات میں چھپوائیں، جبکہ گزشتہ چند برسوں میں جامعہ کے شعبہ ''مجلسِ دعوت وتحقیقِ اسلامی'' میں بقیہ مسودہ پر کام مکمل ہونے کے بعد سات جلدیں گزشتہ چند سالوں میں شائع ہوئی ہیں۔ یاد رہے کہ اب تک شائع شدہ بارہ جلدوں میں ''جامع الترمذي'' کے ''أبواب الصوم عن رسول الله ﷺ'' تک احادیثِ باب کی تخریج ہوسکی ہے، کتاب کا بقیہ حصہ تشنۂ تکمیل ہے، ولعلَّ الله يحدث بعد ذلك أمرا!

②-مولانا محمد امین اورکزئی شہیدؒ کی کتاب ''نثر الأزهار شرح شرح معاني الآثار'' اس کتاب کی دو جلدیں خود مؤلف موصوف، جامعہ یوسفیہ (شاہو وام، ہنگو، خیبر پختونخواہ) سے طبع کی تھیں، اور دو جلدوں کے بقدر مسودہ تشنۂ طباعت تھا کہ مؤلف، منصبِ شہادت پر فائز ہوگئے، جبکہ لگ بھگ سوا ابواب اور دو جلدوں کے بقدر حصہ کے تکملہ کی ضرورت تھی، الحمدللہ اس حصہ کے تکملہ کا کام مکمل ہوچکا ہے، اور جامعہ بنوری ٹاؤن کے شعبہ ''مجلسِ دعوت وتحقیقِ اسلامی'' میں مکمل کتاب پر یکساں منہج کے مطابق تحقیقی کام جاری ہے، اور جلد پوری کتاب چھے جلدوں میں منظرِ عام پر آئے گی، ان شاءاللہ!

③-شعبہ تخصصِ علومِ حدیث وتخصصِ فقہِ اسلامی میں لکھے گئے دسیوں قیمتی مقالات، ان میں سے متعدد مقالات اندرون وبیرون ملک کے طباعتی اداروں سے شائع ہوچکے ہیں۔ ان مطبوعہ وغیر مطبوعہ

مقالات کی محض فہرست بھی مستقل مقالہ کی متقاضی ہے، سرِدست صفحات کی تنگ دامنی شکوہ کناں ہے۔

④- زیرِتبصرہ کتاب ''الإتحاف لمذهب الأحناف'' بھی علامہ بنوریؒ کے جاری کیے ہوئے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، ان شاءاللہ یہ کتاب علوم ومعارفِ انوری کے گرویدہ اہلِ علم کی سیرابی کا سامان ہوگی۔

جامعہ کے شعبہ تصنیف وتالیف سے پچھلے برسوں میں طبع شدہ کتب کی تحقیق وطباعت، اس شعبے میں استاذِ مکرّم مولانا سید سلیمان بنوری زید مجدہٗ (رئیسِ جامعہ بنوری ٹاؤن) کی توجہات کا نتیجہ ہے، خاص طور پر ''الإتحاف'' کا منصۂ شہود پر ظہور، استاذِ مکرّم (رئیسِ جامعہ) کی ذاتی دلچسپی اور استاذِ محترم مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی ؒ کے زیرِ اشراف، ان کے تلامذہ ورفقاء ''مجلسِ دعوت وتحقیقِ اسلامی'' کی جہدِ مسلسل کا ثمرہ ہے۔ ان کتابوں کی تحقیق وتالیف کے عمل کے لیے گزشتہ برسوں میں طویل مشاورتی نشستیں ہوتی رہیں، جن میں تحقیق وتخریج سے طباعت تک مختلف مراحل سے متعلق امور پر غور وخوض کیا جاتا رہا، اور نتیجتاً اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ کاوشیں منظرِ عام پر آئیں، حق تعالیٰ سے امید ہے کہ آئندہ بھی ایسے مزید علمی کام سامنے آتے رہیں گے۔

ایک اور ہفت خواں

''الإتحاف'' کی تحقیق وتخریج اور طباعت ایک اہم مرحلہ تھا، جو کتاب کی حالیہ طباعت کے ساتھ مکمل ہوا، اور کتاب منظرِ عام پر آکر علومِ انوری کے شیدائیوں کے ہاتھوں میں پہنچ گئی، لیکن علامہ کشمیریؒ کی دیگر تالیفات کی طرح اس کتاب کے مطالعہ سے بھی اندازہ ہوگا کہ علامہ موصوف کے اسلوبِ تالیف کی دِقّت، ان کے اختراعی رموز واشارات اور ان جیسے متعدد اسباب کی بنا پر معمولی استعداد کے حامل کے لیے ان کے علوم ومعارف سے استفادہ آسان نہیں۔ علامہ موصوفؒ سے استفادہ کے لیے ان کے اسلوب ومنہج سے شناسائی ناگزیر ہے۔

''الإتحاف'' میں درج تعلیقات اصل کتاب ''آثار السنن'' اور اس کے دو حواشی ''التعليق الحسن'' اور ''تعليق التعليق'' تینوں حصوں سے متعلق ہیں۔ پیشِ نظر طباعت میں ان حواشی کی ترتیب وتبویب، تخریجِ نصوص اور عبارات کو متن وحواشی کے متعلقہ مقام سے جوڑنے جیسا دقیق عمل سرانجام دے کر ایک مرحلہ عبور کرلیا گیا ہے، لیکن ''الإتحاف'' سے کما حقہ استفادہ تبھی ہوسکتا ہے جب محوّلہ عبارتوں تک رسائی حاصل کی جائے، خاص طور پر اشارات کو کھولنے کے لیے متعلقہ مآخذ کی مراجعت کیے بغیر چارہ نہیں۔ گویا اس کتاب سے صحیح معنوں میں استفادہ عام ہونے کے لیے ایک نیا مرحلہ درپیش ہے کہ کتاب میں درج تمام حوالہ جات اور اشارات کی عقدہ کشائی کی جائے۔ علامہ موصوف کی ان تعلیقات پر بھی حواشی قلم بند کیے

جائیں، حسبِ ضرورت محوّلہ عبارات درج کی جائیں، قابلِ وضاحت مقامات میں توضیحی نوٹس لکھے جائیں۔ یوں دو جلدوں اور بارہ سو صفحات پر مشتمل یہ کتاب جب کئی جلدوں میں پھیلے گی تو استفادہ کا دائرہ نسبتاً وسیع ہوگا۔ خوش آئند ہے کہ یہ علمی منصوبہ بھی جامعہ بنوری ٹاؤن کے شعبہ تصنیف وتالیف میں زیرِ غور ہے۔ اللہ تعالیٰ سابقہ مرحلے کی طرح اس مرحلے کے لیے بھی آسانی وسہولت مقدر فرمائے، اور اس نقشِ اول کو نقشِ ثانی کا پیش خیمہ بنائے، آمین یا ربَّ العالمین!

حسنِ اتفاق: دارالعلوم دیوبند وقف کے زیرِ انتظام علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سیمینار

گزشتہ چند برسوں میں حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت وخدمات اور علوم وتحقیقات کے تئیں علمی حلقوں میں غیر معمولی توجہ محسوس ہوتی ہے، اس تعلق سے درجِ ذیل نکات پڑھیے اور اندازہ کیجیے:

①- پیشِ نظر تحریر کا محرّک دارالعلوم وقف دیوبند (انڈیا) میں منعقدہ دو روزہ (بتاریخ ۱۳، ۱۴ دسمبر ۲۰۲۵ء) سیمینار بعنوان: ''علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ - حیات، افکار اور خدمات'' ہے، اس سیمینار کی بدولت علامہ موصوفؒ کی حیات وافکار کی مختلف جہتوں سے آگاہی کا سامان ہو رہا ہے، شنید ہے کہ سیمینار کے مقالات کا مجموعہ کچھ عرصہ میں شائع کیا جائے گا۔ اس موقع پر ''حجۃ الاسلام اکیڈمی'' (دارالعلوم وقف دیوبند) اور دیگر اداروں کی جانب سے حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق متعدد کتابیں اور بعض رسائل کے خاص نمبر شائع ہوئے ہیں۔ سرِ دست ان کتابوں کی فہرست کا تذکرہ بھی طوالت کی بنا پر دشوار ہے۔

②- مذکورہ سیمینار سے ساڑھے تین ماہ قبل سرزمینِ گجرات (انڈیا) میں قائم جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین (ڈابھیل) میں علامہ کشمیریؒ اور اُن کے رفقاء کی ڈابھیل آمد کی ایک صدی مکمل ہونے کی مناسبت سے ایک روزہ سیمینار (بتاریخ ۷ ربیع الاول ۱۴۴۷ھ مطابق ۳۱ اگست ۲۰۲۵ء) کا انعقاد ہوا، اس سیمینار میں بھی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء کے تعلق سے گراں قدر مقالات پیش کیے گئے، خاص طور پر علامہ موصوفؒ کی شخصی وعلمی سیرت کے متعلق حضرت مفتی احمد خان پوری صاحب مدظلہم کا ۱۳۰ صفحات پر مشتمل مفصل مقالہ ہمہ جہت اور معلومات افزا ہے۔ اس سیمینار کے متعدّد مقالات، مستقل رسائل کی صورت میں جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین (ڈابھیل، سملک، گجرات) سے شائع ہو چکے ہیں۔

③- ان دونوں سیمیناروں کے درمیانی عرصہ میں ''مجلسِ دعوت وتحقیق اسلامی'' (جامعہ علومِ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی) سے حضرت شاہ صاحبؒ کے علمی وتحقیقی افادات پر مشتمل گراں قدر کتاب ''الإتحاف لمذهب الأحناف'' (دو جلدیں) طبع ہوئی، جس کا تعارف وتجزیہ اس تحریر میں پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ کام مادرِ علمی میں کئی برس قبل مکمل ہو چکا تھا، لیکن قدرت کو اسی موقع پر کتاب کی اشاعت منظور تھی، بقول مرزا غالب:

’’ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا!‘‘

④- گزشتہ برس ’’جیسلمیر‘‘ (راجستھان، انڈیا) میں ’’جمعیت علماء ہند‘‘ کے ذیلی شعبہ ’’إدارۃ المباحث الفقهية‘‘ کا دو روزہ فقہی سیمینار (بتاریخ ۱۲- ۱۳ ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۶-۱۷ اکتوبر ۲۰۲۴ء) منعقد ہوا، اور اس سیمینار کے دوران ہندوستان کے کبار اہلِ علم کی موجودگی میں دار العلوم دیوبند کے شعبہ تخصص علومِ حدیث کے مُشرف مفتی عبداللہ معروفی زید مجدہ کی کتاب ’’العرف الذكي شرح جامع الترمذي‘‘ کی رسمِ اجراء ہوئی۔ مولانا موصوف نے اس کتاب کی تالیف میں بیس برس کا طویل عرصہ صرف فرمایا اور علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے علوم ومعارف کا گراں قیمت خزینہ، تسہیل وترتیب کے ساتھ یکجا کر دیا ہے۔ بارہ ہزار صفحات اور بیس جلدوں پر مشتمل یہ کتاب، زکریا بک ڈپو (دیوبند، انڈیا) سے شائع ہو چکی ہے۔

⑤- ’’سنن ابوداود‘‘ کے متعلق حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ودیگر اکابرِ دیوبند کے افادات پر مشتمل کتاب ’’أنوار المحمود شرح سنن أبي داود‘‘ بھی کچھ عرصہ قبل دار العلوم دیوبند کے استاذِ حدیث مفتی عبدالرزاق امروہوی زید مجدہٗ کی تحقیق کے ساتھ زکریا بک ڈپو (دیوبند، انڈیا) سے بارہ جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ یہ کتاب عرصہ دراز قبل پاک وہند کے متعدد اداروں سے شائع ہوئی تھی، لیکن قدیم طباعتی اسلوب کی بنا پر سہولت پسند طبائع کے لیے قابلِ استفادہ نہ رہی تھی، جدید طباعت نے اہلِ علم کے سامنے یہ خوانِ انوری بھی سجا دیا ہے۔

⑥- ’’سنن ابوداود‘‘ کے متعلق مولانا ظہور الحق سلہٹی رحمۃ اللہ علیہ کی مرتّب کردہ، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک املائی تقریر زاویۂ خمول میں تھی، لندن (برطانیہ) میں مقیم ایک بنگلہ دیشی جواں سال فاضل مولانا محفوظ احمد سلہٹی حفظہ اللہ نے اس املائی تقریر کو ترتیب وتدوین کے بعد معاصر طباعتی اسلوب میں ڈھالا، اور ’’الأمالي على سنن أبي داود‘‘ کے نام سے دو جلدوں میں ’’دار الفتح‘‘ (عمّان، اردن) سے طبع کیا، کچھ ہی عرصے میں اس کتاب کے دو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

طُرفہ یہ ہے کہ علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت سے جُڑی یہ تمام علمی وتحقیقی سرگرمیاں گزشتہ چند برسوں میں سامنے آئی ہیں۔ اس بنا پر دل ودماغ میں یہ خیال اُبھرتا ہے کہ شاید قدرتِ خداوندی کو علامہ موصوفؒ کے علوم ومعارف کا نئے سرے سے احیاء واشاعت مطلوب ہے، اور اس کے لیے اسباب کی دنیا میں یکے بعد دیگرے گوناگوں علمی سرگرمیوں کا ظہور ہو رہا ہے، جن سے بحرِ علم کی ساکن سطح میں اِک نیا تلاطم برپا ہے، بلاشبہ
’’تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی!‘‘

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے لگ بھگ ایک صدی بعد ان کی شخصیت وخدمات سے متعلق

یہ علمی سرگرمیاں گویا گھٹن زدہ فضاؤں میں تازہ ہواؤں کے جھونکے ہیں، نگاہِ التفات ہوتو یہ خُنک خُنک ہوائیں، یہ جُھکی جُھکی گھٹائیں اور ان میں لپٹی عطر بیز پُھواریں، طالبانِ علم کے مشامِ جاں کو معطّر اور منجز اذہان کو سیراب کر سکتی ہیں۔ اللہ کرے کہ علومِ انوری سے مہکتی اس بادِ بہاری کی بدولت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے علوم ومعارف کی تحقیق وتدوین کی جانب نوجوان فضلاء ومحققین کی توجہات مبذول ہوں، اور ان کی تحقیقات سے استفادہ کا رجحان مزید عام ہو، آمین یا ربّ العالمین!

حواشی وحوالہ جات

۱- ماہنامہ بینات، جمادی الاولیٰ، ۱۴۴۷ھ۔
۲- ماہنامہ بینات، جمادی الاولیٰ، ۱۴۴۷ھ۔
۳- ماہنامہ بینات، جمادی الاولیٰ، ۱۴۴۷ھ۔
۴- ماہنامہ خدّام الدین لاہور، علامہ بنوریؒ نمبر، ص: ۱۱۱، ۱۱۲۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

منظوم خراجِ عقیدت

مولانا حسین صدیقی، استاذِ جامعہ

''الإتحاف لمذهب الأحناف''

ترجمہ: مولانا محمد یاسر عبداللہ، استاذِ جامعہ

يَسْتَبْشِرُ الْعُلَمَاءُ بِـ ''الإِتْحَافِ''   وَتَبَرَّجَتْ دُرَرٌ مِنَ الاَصْدَافِ
مِنْ بَعْدِ مَا طَالَ انْتِظَارُ أُوْلِي النُّهٰى   شَوْقًا إِلٰى هٰذَا الْمَعِيْنِ الصَّافِيْ
فَلَقَدْ حَوٰى غُرَرَ النُّقُوْلِ وَزُبْدَةً   وَجَوَاهِرًا وَمَعَارِفَ الاَسْلَافِ
وَبَدَائِعَ التَّحْقِيْقِ جَلَّ بَيَانُهٗ   وَرَوَائِعَ التَّطْبِيْقِ بِالإِنْصَافِ
يَا رَوْعَةَ الْمَنْظُوْمِ مِنْ اَبْيَاتِهٖ   سَلَبَتْ شِغَافَ الْقَلْبِ بِالْاَوْصَافِ
عَجَبِيْ لِشِعْرٍ قَدْ حَوٰى فِي طَيِّهٖ   اَسْمَى الْمَعَانِيْ مَا لَهٗ بِمُكَافِيْ
وَعُذُوْبَةِ الْاَلْفَاظِ ذَاتِ سَلَاسَةٍ   وَحَلَاوَةٍ يَسْحَرْنَ بِالْاَلْطَافِ
وَلَقَدْ تَوَلّٰى يُوْسُفٌ تَخْرِيْجَهٗ   بِإِشَارَةٍ مِنْ صَاحِبِ ''الْإِتْحَافِ''
لٰكِنَّمَا الْآجَالُ حَالَتْ دُوْنَهٗ   لَيْتَ الزَّمَانَ حَبَاهُ بِالْاَلْطَافِ
ثُمَّ الْإِلٰهُ اَعَانَ فِيْ إِنْجَازِهٖ   فَتَحَقَّقَتْ اُمْنِيَّةُ الْاَشْرَافِ
قَدْ عَمَّ هٰذَا النُّوْرُ اَرْجَاءَ الدُّنَا   فَلْتَهْنَأُوْا يَا مَعْشَرَ الْاَحْنَافِ

ترجمہ

''اہلِ علم ''الإتحاف'' (کی طباعت) سے شاداں وفرحاں ہیں، گویا (اس کتاب کی بدولت) سیپیوں سے لعل وجواہر نمودار ہو گئے ہیں۔

اس چشمۂ صافی کے شوق میں اہلِ دانش کے طویل انتظار کے بعد (آخر گوہرِ مطلوب ہاتھ آ ہی گیا)۔

(یہ کتاب) گراں قدر عبارتوں، (مطالعہ وتحقیق کے) نچوڑ، جواہرات اور اسلاف کے علوم ومعارف کوسموئے ہوئے ہے۔

اور ایسی انوکھی تحقیقات اور منصفانہ عمدہ تطبیقات (کوحاوی ہے) جو بیان سے بالاتر ہیں۔

اس کے اشعار کس قدر عمدگی سے نظمائے گئے ہیں، جن کے اوصاف دامنِ دل کو کھینچتے ہیں۔

مجھے ایسا شعر بھلا لگتا ہے جو بے پایہ اور اعلیٰ ترین معانی پر مشتمل ہو۔

اور سلیس وشیریں الفاظ اور مسحورکُن مٹھاس پر۔

(علامہ محمد) یوسف (بنوری رحمۃ اللہ علیہ) نے صاحبِ ’’الإتحاف‘‘ (علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ) کی ایما پر اس (کتاب) کی تخریج کا بیڑا اُٹھایا۔

لیکن قضاوقدر اس کی تکمیل میں حائل ہوگئے، کاش کہ زمانہ نے ان پر احسان کیا ہوتا۔

پھر حق تعالیٰ نے اس (عمل) کی تکمیل میں دست گیری فرمائی، اور معزّ زین کی آرزو بَرآئی۔

یہ روشنی، اطرافِ عالم میں پھیل گئی، سوائے جماعتِ احناف! تمہیں مژدہ ہو!‘‘

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

حسنِ نیت کی اہمیت وفضیلت

احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں

مولانا عصمت اللہ نظامانی
متخصصِ جامعہ

''حسنِ نیت'' بظاہر یہ ایک عام اور سادہ سا لفظ لگتا ہے، لیکن اگر ہم اس کے معانی میں غور وفکر کریں، اور قرآن وسنت کی روشنی میں اس کی اہمیت وفضیلت کا گہرائی سے مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ یہ محض ایک عنوان اور سادہ لفظ نہیں، بلکہ اپنے اندر مفاہیم ومعانی کی کائنات سموئے ہوئے ہے۔ تمام عبادات اور اعمالِ صالحہ کی بنیاد اور قبولیت کی شرط ہی ''حسنِ نیت'' ہے، بلکہ عادت کو عبادت میں تبدیل کرنے والی، مباح کام کو کارِثواب بنانے والی چیز ''حسنِ نیت'' ہی ہے۔ حسنِ نیت یعنی اچھی، خالص، بے ریا نیت، کھوٹ اور دھوکہ دہی سے پاک دل، پُرخلوص ارادہ اور پاکیزہ قلب۔

اگر ہم قرآن پاک اور احادیثِ مبارکہ میں غور کریں تو معلوم ہوگا کہ نیت کی وجہ سے ہی انسان کو ابدی نعمتیں حاصل ہوسکتی ہیں، اور یہی نیت دائمی عذاب کا باعث بن سکتی ہے۔ نیت کی وجہ سے بسا اوقات خالص ذاتی اُمور پر عمل بھی بہترین نیکی اور اجر وثواب ہوجاتا ہے، اور اسی نیت کی بنا پر کبھی اعمالِ صالحہ، حتیٰ کہ نماز، روزہ، زکوۃ اور جہاد جیسی عظیم عبادت بھی ضائع اور باعثِ عذاب اور وبال بن جاتی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری کی پہلی حدیث میں یہ بات آئی ہے کہ: ''إنما الأعمال بالنيات'' یعنی اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

لہٰذا ہر مسلمان کی یہ اولین ذمہ داری ہے کہ اپنی نیت وارادہ کو درست کرنے کی کوشش کرے، اور حسنِ نیت جیسی عظیم نعمت پانے کے لیے محنت کرے۔ ذیل میں احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں حسنِ نیت کی اہمیت وفضیلت بیان کی جارہی ہے۔

نیت کے مطابق حشر ہونا

دنیا میں تو انسان کے ظاہری اعمال کے مطابق فیصلہ کیا جاتا ہے، اگر کوئی مسلمان بظاہر اچھے اعمال کر رہا ہے اور برائیوں سے بچ رہا ہے تو اسے نیک سمجھا جائے گا، لیکن حقیقت اس وقت آشکارا ہوگی جب انسان مرنے کے بعد اُٹھائے جائیں؛ کیونکہ اس وقت اعمال کی تعداد اور ظاہر کو نہیں، بلکہ نیت کو دیکھا اور پرکھا جائے گا، اگر نیت اچھی اور خالص تھی، ارادہ میں اخلاص تھا، دل روحانی بیماریوں، جیسے تکبر، بغض، حسد وغیرہ سے پاک وصاف تھا تو ایسا شخص کامیاب ہوگا، اور اولیائے کرامؒ کے ساتھ اس کا حشر ہوگا، لیکن اگر نیت میں کھوٹ نکلا اور نیک کام کرنے کا مقصد شہرت و ناموری تھا تو اس صورت میں ایسے شخص کا حشر نیکوکار اور پاکیزہ اطوار حضرات کے ساتھ نہیں ہوگا، جیسا کہ ابن ماجہ کی ایک حدیث میں ہے:

’’یحشر الناس علی نیّاتھم.‘‘(۱)

یعنی’’انسانوں کا حشر اُن کی نیتوں کے مطابق ہوگا۔‘‘

حسنِ نیت کا ثواب

اچھی نیت رکھنے کی بڑی فضلیت یہ ہے کہ نیت کرتے ہی ایک نیکی مل جاتی ہے، چاہے عمل کرنے کی نوبت آئے یا نہ آئے، اور اگر نیت کے ساتھ وہ عمل صالح بھی کرلیا تو پھر کم سے کم دس نیکیاں تو ملیں گی، لیکن زیادہ کی کوئی حد نہیں، چنانچہ بخاری شریف وغیرہ کی ایک حدیث ہے:

’’إن اللہ کتب الحسنات والسیئات ثم بین ذلك، فمن هم بحسنة فلم يعملها كتبها الله لهٗ عندهٗ حسنة كاملة، فإن هو هم بها فعملها كتبها الله لهٗ عنده عشر حسنات إلى سبع مائة ضعف إلى أضعاف كثيرة.‘‘(۲)

ترجمہ:’’اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں لکھ دی ہیں، پھر ان کو بیان کردیا ہے، چنانچہ جو شخص نیکی کرنے کا ارادہ کرے، مگر اس کے مطابق عمل نہیں کرے تو بھی اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک پوری نیکی لکھ دیتا ہے، اور اگر وہ نیکی کا ارادہ کرکے عمل بھی کرلے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ دس نیکیوں سے لے کر سات سو گنا، یا کئی گُنا نیکیوں کا ثواب لکھ دیتا ہے۔‘‘

مؤمن کی نیت عمل سے بہتر

بسا اوقات انسان کی چاہت ہوتی ہے کہ وہ اچھے اعمال کرے، بھلائی اور نیکی کے کام کرے، لیکن

کسی مجبوری کی وجہ سے وہ نہیں کر پاتا، مثلاً حاجت مند وتنگدست افراد کی مالی مدد کرنے کی نیت ہے، مگر مال نہ ہونے کی وجہ سے اپنی نیت اور ارادے پر عمل نہیں کرتا تو بھی نیت کا اس کو ثواب ملے گا۔ اسی طرح کسی نیک کام کرنے کی سچی نیت کی تو اسے شروع کرنے سے قبل ہی نیت کا ثواب مل جاتا ہے۔ نیز عمل صالح میں ریاکاری کا اندیشہ ہے کہ عمل کرتے وقت نام ونمود کی خواہش ہو، لیکن نیت چونکہ ایک مخفی چیز ہے، اس پر دوسرے انسان مطلع نہیں ہوسکتے، لہٰذا اس میں دکھاوے اور ریا کا احتمال بھی نہیں ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ انسان کے عمل سے اس کی نیت افضل ہے، اسی سے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

’’نية المؤمن خير من عمله.‘‘(۳)

ترجمہ:’’مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔‘‘

نیت کی وجہ سے گھر بیٹھے غزوۂ تبوک کا ثواب

اصول یہی ہے کہ جب کوئی شخص اچھا عمل کرے گا تو پھر اس عمل کا اجر وثواب اس کو ملے گا، لیکن اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل کی بنا پر اخلاص اور صدقِ نیت کی بدولت عمل کے بغیر بھی اس عمل کا ثواب عنایت فرماتے ہیں، چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ جب غزوۂ تبوک سے لوٹ رہے تھے، اور مدینہ منورہ پہنچنے والے تھے تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا:

’’إن بالمدينة أقوامًا، ما سرتم مسيرًا، ولا قطعتم واديًا إلا كانوا معكم.‘‘

ترجمہ:’’بلاشبہ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو بھی تم نے سفر کیا اور جس وادی کو بھی تم نے عبور کیا، وہ تمہارے ساتھ تھے۔‘‘

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تعجب ہوا، چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ سے دریافت فرمایا: یارسول اللہ! وهم بالمدينة؟ اے اللہ کے رسول! کیا وہ مدینہ میں موجود ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے جواب دیا:’’وهم بالمدينة، حبسهم العذر‘‘(۴)’’وہ مدینہ میں ہیں، ان کو عذر نے روک لیا تھا۔‘‘

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کی نیت خالص ہو، اور وہ اعمالِ صالحہ کرنے کی چاہت رکھتا ہو، لیکن عذر اور مجبوری کی وجہ سے وہ نہ کرسکے تو اللہ تعالیٰ اس کو ثواب سے محروم نہیں فرماتا، چنانچہ مدینہ میں موجود مخلص افراد نے عملی طور پر غزوۂ تبوک میں شرکت نہیں کی، لیکن پھر بھی انہیں پورا ثواب ملا، اور وہ اس غزوہ کے ہر عمل میں شریک سمجھے گئے۔

حسنِ نیت کی بنا پر شہادت کا ثواب

اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونا، اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اپنی جان کی قربانی دینا، اپنی گردن کٹانا، اور جامِ شہادت نوش کرنا کوئی معمولی بات نہیں، اس کے لیے مضبوط ایمان، تکالیف برداشت کرنے کا حوصلہ، اور بڑی ہمت وجرأت کی ضرورت ہوتی ہے، لہٰذا جب انسان اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنی عزیز ترین چیز یعنی اپنی جان کی قربانی دیتا ہے تو اس کو کتنا اجر وثواب ملتا ہوگا؟ اور کتنے اعلیٰ وارفع درجات حاصل ہوتے ہوں گے؟ اس کا تصور کرنا بھی مشکل ہے، لیکن ''حسنِ نیت'' کی وجہ سے اپنی گردن کٹائے بغیر بھی یہ رتبہ مل سکتا ہے، اور انسان قتل ہوئے بغیر بھی شہادت کے بلند مقام پر فائز ہوسکتا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ ثابت رضی اللہ عنہ کی عیادت کو آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ بے ہوش تھے اور ان کا وقت موعود آچکا تھا، تو آپ علیہ السلام نے ''إنا لله. .'' پڑھا، یہ سن کر وہاں موجود عورتیں رونے لگیں، اس دوران ان صحابی رضی اللہ عنہ کی بیٹی نے کہا:

''والله إن كنت لأرجو أن تكون شهيدا، فإنك كنت قد قضيت جهازك.''

ترجمہ: ''اللہ کی قسم! مجھے تو یہ اُمید تھی کہ آپ شہید ہوں گے، کیونکہ آپ سامانِ جہاد تیار کر چکے تھے۔''

اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''إن الله عز وجل قد أوقع أجرهٗ على قدر نيته.''(۵)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے اس کی نیت کے بقدر اس کا اجر لکھ دیا ہے۔''

نیت کی وجہ سے تہجد کا ثواب

نیک عمل کیے بغیر محض نیت کی وجہ سے اس عمل کا ثواب ملنے سے متعلق درجِ ذیل حدیث بھی ملاحظہ ہو:

''من أتى فراشهٗ وهو ينوي أن يقوم يصلي من الليل فغلبته عيناه حتى أصبح كتب لهٗ ما نوى وكان نومهٗ صدقة عليه من ربه عز وجل.''(۶)

ترجمہ: ''جو شخص بستر پر آئے اور اس کی نیت یہ ہو کہ اُٹھ کر نماز پڑھوں گا، پھر اس کی آنکھ لگ جائے، یہاں تک کہ صبح ہوجائے تو اس کے لیے اس عمل (نمازِ تہجد) کا ثواب لکھ دیا جائے گا جس کی اس نے نیت کی تھی، اور اس کی نیند رب تعالیٰ کی جانب سے اس پر صدقہ ہوگی۔''

اللہ تعالیٰ کی رحمت پر قربان جائیے کہ کس طرح سچے ارادے اور حسنِ نیت پر اجر عنایت فرماتا ہے، اور عمل کیے بغیر اس کا ثواب عطا کرتا ہے۔

صدقہ کیے بغیر صدقہ کرنے کا ثواب

طبعی وفطری طور پر ہر شخص کو مال و دولت جمع کرنے کی چاہت ہوتی ہے، تاکہ اس کے ذریعے دنیا میں اپنے آپ اور اہل وعیال کے لیے آسائشیں حاصل کر سکے، یہی وجہ ہے کہ ظاہری نفع اور دنیاوی فائدے کے بغیر مال کو صرف کرنا عموماً انسانوں پر شاق گزرتا ہے، اور اپنی محنت ومشقت سے کمایا ہوا مال کسی دوسرے کو دینا نفس پر گراں گزرتا ہے، تو جو شخص اپنے نفس اور خواہش کی تابعداری کو چھوڑ کر اپنا مال صدقہ کرے گا، غرباء اور محتاجوں کی مالی مدد کرے گا، اور اپنی دولت سے دوسرے کو نفع دے گا تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کا کتنا محبوب ہوگا، اور اس کو کتنا بڑا اجر ملے گا؟ لیکن اللہ تعالیٰ کے کرم واحسان کو دیکھیے کہ محض نیت کی وجہ سے راہِ خدا میں مال لٹانے والے کو جتنا ثواب عنایت فرماتا ہے، چنانچہ ایک طویل حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

’’عبد رزقه الله مالًا وعلمًا فهو يتقي فيه ربهٗ و يصل فيه رحمهٗ و يعلم لله فيه حقًا فهذا بأفضل المنازل وعبد رزقه الله علمًا ولم يرزقه مالًا فهو صادق النية يقول: لو أن لي مالا لعملت بعمل فلان فهو نيتهٗ، فأجرهما سواء.‘‘(۷)

ترجمہ: ’’ایک شخص وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مال اور علم دونوں سے نوازا تو وہ اس میں اپنے رب سے ڈرتا ہے، اور صلہ رحمی کرتا ہے، اور اس میں حقوق اللہ کا علم رکھتا ہے، پس یہ سب سے افضل منزل ومرتبہ والا ہے۔ اور ایک وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے علم دیا، لیکن مال سے نہیں نوازا، پس وہ سچی نیت والا ہے، تمنا کرتے ہوئے کہتا ہے: کاش میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی فلاں کی طرح اچھے عمل کرتا تو اس کو نیت کے مطابق ثواب ملے گا، اور ان دونوں کا اجر برابر ہے۔‘‘

غیر مستحق کو دینے کے باوجود صدقہ کی قبولیت

اگر انسان کی نیت خالص اور اچھی ہو، پھر نیک عمل کرتے وقت خطا صادر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حسنِ نیت کی بنا پر اس خطا اور غلطی سے درگزر فرما کر اس عمل کو شرفِ قبولیت سے نوازتے ہیں، چنانچہ متعدد احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ اگر کوئی شخص صدقہ وخیرات کرنے کی نیت کرے، لیکن غلطی

سے ضرورت مند شخص کو دینے کے بجائے، غیر مستحق فرد کو دے دے تو بھی اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں، جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ کی ایک حدیث میں ہے کہ گزشتہ اُمتوں میں سے ایک آدمی صدقہ کرنے کے لیے رات کو نکلا، اور لاعلمی میں زانیہ کو صدقہ دے دیا، صبح کو لوگوں کی باتوں سے معلوم ہوا کہ رات ایک زانیہ کو صدقہ دیا تھا، چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرتا ہے اور دوسری رات بھی صدقہ نکالتا ہے، لیکن ناواقفی میں مالدار کو صدقہ دے دیتا ہے، اور تیسری رات غلطی سے چور کو صدقہ دے دیتا ہے۔ الغرض تینوں بار مستحق شخص کو صدقہ نہیں ملتا، لیکن چونکہ نیت خالص تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ تینوں بار صدقہ قبول فرماتے ہیں، اور رات کو خواب میں اس سے کہا جاتا ہے:

''أما صدقتك فقد قبلت، أما الزانية فلعلها تستعف بها عن زناها، ولعل الغني يعتبر فينفق مما أعطاه الله، ولعل السارق يستعف بها عن سرقته.''(۸)

ترجمہ: ''تمہارا صدقہ قبول کیا جاچکا ہے۔ بہرحال زانیہ تو ہوسکتا ہے کہ وہ صدقہ کی وجہ سے آئندہ زنا سے باز رہے، اور شاید کہ مالدار عبرت حاصل کرے، اور اللہ تعالیٰ نے جو اسے عطا کیا ہے، اس میں سے خرچ کرے، اور ہوسکتا ہے کہ چور چوری کرنے سے باز آجائے۔''

اسی طرح صحیح بخاری وغیرہ کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت معن رضی اللہ عنہ کے والد حضرت یزید رضی اللہ عنہ نے صدقہ کے کچھ دینار نکال کر ایک آدمی کو دیے، تاکہ مستحق شخص دیکھ کر اس کو وہ دینار دیے جائیں، لیکن ان کا بیٹا حضرت معن رضی اللہ عنہ مسجد گیا اور لاعلمی میں وہ دینار لے لیے، جب ان کے والد کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا کہ میں نے تمہیں دینے کا ارادہ نہیں کیا تھا، چنانچہ یہ معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لك ما نويت يا يزيد، ولك ما أخذت يا معن!''(۹)

ترجمہ: ''اے یزید! تمہیں وہ (اجر) ملے گا جس کی تم نے نیت کی، اور اے معن! جو تم نے وصول کیا ہے، وہ تمہارا ہے۔''

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ ایک مالدار صحابی رضی اللہ عنہ کا صدقہ کسی مستحق شخص کو ملنے کے بجائے، اس کے بیٹے کو ملا، لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے حسنِ نیت کی وجہ سے اجر وثواب سے نوازا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حسنِ نیت کی وجہ سے انسان کبھی بھی اجر وثواب سے محروم نہیں ہوتا، اگرچہ کسی وجہ سے عمل صالح کرنے کی نوبت نہ آئے، لیکن نیت کی وجہ سے اس کا ثواب مل جاتا ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی نیت اچھی رکھے، اور ہر عبادت کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا ارادہ

کرے، بلکہ جائز ومباح کام سرانجام دیتے وقت بھی حسنِ نیت رکھے، تاکہ پوری زندگی عبادت بن جائے۔

حواشی وحوالہ جات

١- سنن ابن ماجة، (٢ / ١٤١٤)، كتاب الزهد، باب النية، رقم الحديث: ٤٢٣٠، الناشر: دار الفكر، بيروت

٢- صحيح البخاري، (٨ / ١٠٣)، كتاب الدعوات، باب من هم بحسنة أو سيئة، رقم الحديث: ٦٤٩١

٣- المعجم الكبير للطبراني، (٦ / ١٨٥)، رقم الحديث: ٥٩٤٢، الناشر: مكتبة ابن تيمية، القاهرة

٤- صحيح البخاري، (٦ / ٨)، كتاب المغازي، رقم الحديث: ٤٤٢٣

٥- سنن أبي داود، (١٥٦/ ٣)، كتاب الجنائز، باب في فضل من مات في الطاعون، رقم الحديث: ٣١١٣، الناشر: دار الكتاب العربي، بيروت

٦- سنن النسائي، (٣ / ٢٥٨)، كتاب قيام الليل، باب من أتى فراشهٔ وهو ينوي القيام فنام، رقم الحديث: ١٧٨٧، الناشر: مكتب المطبوعات الإسلامية، حلب

٧- سنن الترمذي، (٥٦٢/ ٤)، كتاب الزهد، باب ما جاء مثل الدنيا مثل أربعة نفر، رقم الحديث: ٢٣٢٥، الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت

٨- صحيح مسلم، (٧٠٩/ ٢)، كتاب الزكاة، باب ثبوت أجر المتصدق، رقم الحديث: ١٠٢٢

٩- صحيح البخاري، (٢ / ١١١)، كتاب الزكاة، باب إذا تصدق على ابنه وهو لا يشعر، رقم الحديث: ١٤٢٢ھ

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

دعاءِ مغفرت اور ایصالِ ثواب کی درخواست

جامعہ کے شعبہ تدوینِ فتاویٰ کے رفیق کار مفتی عبدالستار حامد کے بڑے بھائی جناب عبدالسبحان کی اہلیہ گزشتہ دنوں انتقال کر گئیں، إنا لله و إنا إليه راجعون ، اللّٰهم اغفر لها وارحمها وعافها واعف عنها وأكرم نزلها . آمين.

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے، مفتی صاحب اور تمام پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، آمین۔

ماہنامہ بینات کے قارئین سے مرحومہ کے لیے دعاءِ مغفرت کی درخواست ہے۔

مالی وصیت کیسے اور کن کے لیے کریں؟

قاضی محمد فیاض عالم قاسمی
ممبئی

اسلام نے انسان کی جان و مال کا حقیقی مالک اللہ رب العزت کو قرار دیا ہے، اور زمین پر اللہ کی نیابت اور خلافت حاصل ہونے کی وجہ سے اُسے اپنے مال و جان پر عارضی ملکیت عطا کی ہے، اور اسی بنا پر اپنے مال پر کسی قدر تصرف کرنے کا اختیار بھی دیا ہے، تاکہ وہ اپنے لیے کھانے پینے اور بود و باش کا انتظام کرے، نیز اپنے قریبی رشتہ داروں کے نان ونفقہ کا بھی بندوبست کر سکے۔

انسان کی روح اس کے جسم سے نکلتے ہی اس کی یہ ملکیت اس سے سلب ہوجاتی ہے اور مال مکمل طور پر اسی مالکِ حقیقی کے قبضہ میں رہ جاتا ہے، لیکن چوں کہ موت سے قبل اس نے اس مال کی حفاظت کی تھی، اس لیے اس کے کفن و دفن اور قرض وغیرہ میں اس مالِ متروکہ کو استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اس کے بعد بھی اگر مال بچ جائے تو جن لوگوں کا اس میت کے ساتھ قریبی رشتہ تھا اور جن کے نان ونفقہ کا انتظام وہ اسی مال سے کیا کرتا تھا، خداوند قدوس نے اس مالِ متروکہ کو ان ہی لوگوں کے درمیان متعینہ حصوں میں تقسیم فرمادیا اور اس مال کی حفاظت ان پر لازم کردی۔ اس سے استفادہ کرنے، نیز اس کے قریبی رشتہ داروں کے نان ونفقہ کا بندوبست کرنے کو ضروری قرار دیا۔

جب انسان بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھتا ہے تو اسے قدم قدم پر دوسروں کے تعاون کی ضرورت پڑتی ہے۔ اگر کوئی اس کی اچھی طرح سے خدمت کرتا ہے اور قدم قدم پر ساتھ دیتا ہے، وہ اس احسان کے بدلے اپنی وفات سے پہلے اسے کچھ مال یا جائداد میں سے کچھ حصہ دیے جانے کی وصیت کرتا ہے۔ اسی طرح بعض دفعہ انسان اپنی جائداد کا کچھ حصہ کسی مدرسہ یا مسجد یا کسی رفاہی ادارہ کو وصیت کرنا چاہتا ہے، مگر ناواقفیت کی وجہ سے وصیت باطل ہوجاتی ہے۔ ہم نے علماء ہند کے اردو فتاویٰ کے باب الوصیۃ کا جائزہ لیا تو ہمیں معلوم ہوا کہ وصیت کے بہت سے سوالوں میں وصیت باطل ہوئی ہے، اس طرح وصیت کرنے

والوں کی خواہشات اپنے محسنین کے حوالہ سے پوری نہیں ہو پاتی ہیں۔ اسی طرح اگر اس کے کسی بیٹے یا بیٹی نے دیگر وارثین کے مقابلہ میں اپنے والد بزرگوار کی زیادہ خدمت کی تو اس کے لیے بھی ہبہ کے بجائے وصیت کیے جانے کی رسم موجود ہے۔

وصیت کی شرائط

چوں کہ تجہیز وتکفین اور قرض سے میت کا حق متعلق ہے اور وارثین کے درمیان تقسیم کرنے میں خود مال کا حقِ حفاظت متعلق ہے، اس لیے اس میں کوئی خاص شرط نہیں لگائی گئی، جب کہ وصیت جس کا تعلق اجنبی سے ہوتا ہے، اس میں دو شرطوں کو ملحوظ رکھا گیا۔

پہلی شرط: وصیت کسی وارث کے لیے نہ ہو، یعنی بیٹا بیٹی، ماں باپ، اور بیٹے کی موجودگی میں بھائی بہن کے لیے وصیت جائز نہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر صاحبِ حق کا حق متعین کر دیا ہے، لہٰذا وارث کے لیے وصیت نہیں ہے۔ (ترمذی: ۲/ ۳۲)

دوسری شرط: وصیت ثلث مال یعنی ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو، چنانچہ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال میں بیمار ہو گیا تو آں حضور ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے پاس بہت سارا مال ہے اور میری صرف ایک بیٹی ہے تو کیا میں دوسروں کے لیے پورے مال کی وصیت کر دوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! میں نے کہا: تو کیا آدھے کی کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! میں نے کہا: ایک تہائی کی کر دوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ایک تہائی بھی بہت ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اپنی اولاد کو مال دار بنا کر چھوڑ نا اس سے بہتر ہے کہ انہیں محتاج چھوڑ و کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ (مسلم ۲/ ۴۰، ترمذی ۲/ ۳۴)

پس اگر کوئی ایک تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرے یا اپنے وارث ہی کے لیے وصیت کرے، مثلاً اس کے مرنے کے بعد فلاں کو ایک تہائی سے زیادہ مال دیا جائے یا اس کے مرنے کے بعد اس کے فلاں وارث کو اتنا مال (اس کے شرعی حصہ کے علاوہ) دیا جائے، تو ایسی وصیت معتبر نہیں، البتہ اگر دیگر ورثاء مورث کی وفات کے بعد راضی ہو جائیں تو پھر اس کا اعتبار ہوگا، مورث کی وفات سے پہلے ان کی رضا مندی کا کوئی اعتبار نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: وارث کے لیے وصیت نہیں ہے، مگر یہ کہ دوسرے وارثین اجازت دیں۔ (سنن سعید بن منصور: ۴۲۶)

حضرت ابن مسعودؓ، شریحؒ، طاوسؒ، سفیان ثوریؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ اور دیگر فقہاء کا یہی

مسلک ہے۔(أوجز المسالك ٣٤٨/ ١٤ . الدرالمختارمع ردالمحتار ٣٤٠/ ١٠)

وصیت کا درجہ

میت کے مالِ متروکہ سے پہلے اس کی تجہیز وتکفین کانظم کیا جائے گا، اگر اس کے اوپر قرض ہے تو اس کی ادائیگی کی جائے گی ، پھر اگر کچھ مال بچ جاتا ہے تو اس کے وارثین میں مال شرعی حصوں کے بقدر تقسیم ہوگا۔

وصیت کرنے کا حکم

غیر وارث رشتہ داروں کے لیے وصیت کے سلسلے میں یہ تفصیل ملحوظ ہے کہ اگر مورث کے وارثین مالدار ہیں یا مال بہت زیادہ ہے تو ان کے لیے وصیت کرنا مستحب ہوگا ، چنانچہ مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: باجماعِ امت یہ ظاہر ہے کہ جن رشتہ داروں کا میراث میں کوئی حصہ نہیں ہے، ان کے لیے میت پر وصیت کرنا فرض اور لازم نہیں ہے، البتہ بشرطِ ضرورت صرف مستحب رہ جاتی ہے اور اگر وارثین غریب ہیں یا مال کم ہے تو وصیت کرنا بہتر نہیں ہے۔ (معارف القرآن:۱/ ۴۳۹)

فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ اگر کسی کے چھوٹے بچے ہوں ، یا بڑے ہوں ،لیکن مال کم ہو تو امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وصیت نہ کرنا بہتر ہے اور اگر اولاد بڑی ہو اور مال بھی زیادہ ہو تو پہلے واجبات کی وصیت کرے، پھر غیر وارث رشتہ داروں کے لیے، اس کے بعد پڑوسیوں کے لیے کرے۔ (فتاویٰ قاضیخان علی الہندیۃ: ۳/ ۴۹۳)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: کسی بھی مسلمان کے پاس کوئی مال ہو جس کی اسے وصیت کرنی ہے، تو اس کے لیے یہ بات ٹھیک نہیں ہے کہ دو راتیں گزر جائیں اور اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔ (صحیح بخاری: ۲۷۳۸)

اس حدیث میں جہاں ایک طرف وصیت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، وہیں دوسری طرف اس بات کا بھی حکم دیا گیا ہے کہ وصیت نامہ بنوالیا جائے، تاکہ وارثین اور وصی کے درمیان کسی طرح کا اختلاف نہ ہو۔ واضح رہے کہ قانونی طور پر وصیت کی بہت زیادہ اہمیت ہے، اس لیے کسی بھی طرح کی جائز وصیت ہو، اس کو قلمبند کر لینا چاہیے۔ اس کے لیے کسی شرعی ادارہ مثلاً دارالقضاء سے وثیقہ اور وصیت نامہ بنالیا جائے؛ تاکہ بعد وفات کسی طرح کی کوئی شرعی قباحت اور اختلاف نہ ہو۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

معاشرے میں فحاشی اور بے حیائی

فروغ دینے والوں کے لیے وعیدات

مولانا محمد عرفان اللہ اختر

ہر زندہ اور مہذب معاشرہ کچھ بنیادی اخلاقی اقدار پر قائم ہوتا ہے۔ ان اقدار میں حیا، عفت، پاکیزگی، شرم ولحاظ اور اخلاقی ضبط کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اسلام چونکہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، اس لیے اس نے فرد، خاندان اور معاشرے کی تطہیر کے لیے حیا کو نہ صرف اخلاقی خوبی بلکہ ایمان کی علامت قرار دیا ہے۔

مگر بدقسمتی سے موجودہ دور، بالخصوص سوشل میڈیا کے بے لگام استعمال نے فحاشی اور بے حیائی کو اس قدر عام کر دیا ہے کہ برائی اب برائی محسوس ہی نہیں ہوتی، بلکہ بعض حلقوں میں اسے آزادی، ماڈرن ازم اور ترقی کا نام دیا جا رہا ہے۔ فحاشی و بے حیائی محض ایک گناہ نہیں، بلکہ فکری یلغار ہے جو معاشرے کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق فحاشی صرف کھلے زنا یا بدکاری کا نام نہیں، بلکہ بے پردگی، فحش گفتگو، عریانی، جنسی اشتعال انگیز مواد، بے حیائی پر مبنی تصاویر، ویڈیوز اور تحریریں، ان تمام اعمال کی تشہیر و ترغیب یہ سب فحاشی کے دائرے میں آتے ہیں۔ یہ ایک انفرادی گناہ ہونے کے ساتھ ساتھ اجتماعی فساد بھی ہے، کیونکہ اس کا اثر صرف کرنے والے تک محدود نہیں رہتا بلکہ دیکھنے، سننے اور متاثر ہونے والے سب اس کی لپیٹ میں آتے ہیں۔

قرآن نے فحاشی کو نہ صرف غلط عمل قرار دیا ہے، بلکہ اس کے قریب بھی جانے سے روکا ہے۔

قرآنی حکم ہے کہ: ’’اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ، بے شک وہ فحاشی اور برا راستہ ہے۔‘‘ (سورۃ بنی اسرائیل: ۳۲)

اسی طرح ایک اورآیت میں اللہ فرماتا ہے:

’’کہہ دو! میرے رب نے تمام فحش چیزوں کو ظاہر ہوں یا پوشیدہ حرام کیا ہے۔‘‘ (سورۃ الاعراف:۳۳)

یہ آیات اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ اسلام نے فحاشی کی ہر شکل سے بچنے اور اس کے پھیلاؤ سے روکنے کے لیے سخت ہدایات دی ہیں۔

فحاشی پھیلانے والوں کے لیے قرآن کی آیت سخت وعید اور عذاب کا وعدہ بیان کرتی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

’’جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلے، ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے......‘‘ (سورۃ النور:۱۹)

یہ آیت ایسے عناصر کے لیے وعید ہے جو فحاشی و بے حیائی کو عام کرنا چاہتے ہیں اور آج سوشل میڈیا اس کا ایک مؤثر ذریعہ بن گیا ہے۔

قرآنی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فحاشی کو ہر صورت میں ناپسند فرمایا ہے،خواہ وہ کھلے عام ہو یا خفیہ،فردکی سطح پر ہو یا معاشرے میں پھیلائی جا رہی ہو۔خصوصی طور پر قرآن اس ذہنیت کو انتہائی خطرناک قرار دیتا ہے جو یہ چاہتی ہو کہ ایمان والوں کے معاشرے میں بے حیائی عام ہو جائے۔ایسی سوچ رکھنے والوں کے لیے قرآن' دنیا اور آخرت دونوں میں سخت سزا کی وعید سناتا ہے۔

یہ بات قابلِ غور ہے کہ قرآن صرف عملِ بد کو نہیں، بلکہ برائی کے پھیلانے، اس کی خواہش رکھنے اور اس کی تشہیر کرنے کو بھی جرم قرار دیتا ہے۔سوشل میڈیا پر فحش مواد شیئر کرنا، لائک کرنا، آگے پھیلانا یا اس کی حمایت کرنا، یہ سب اسی زمرے میں آتے ہیں۔حیا ایمان کا حصہ ہے اور اس کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’ہر دین کا ایک خاص وصف ہے اور اسلام کا خاص وصف حیا ہے۔‘‘ (موطا امام مالک)

یہ حدیث حیا کی بنیادی اہمیت کو اُجاگر کرتی ہے۔حیا کا زوال دراصل اسلام سے فاصلے کا نشان ہے، اور سوشل میڈیا پر بے حیائی پھیلانے والے اسی زوال کا حصہ بنتے ہیں۔نبی کریم ﷺ نے صرف برائی کرنے والوں کو نہیں، بلکہ خاموش رہنے والوں کو بھی مخاطب کیا ہے۔

حدیث شریف کا مفہوم ہے: ’’تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے، پھر دل میں برا جانے، یہ ایمان کا کمزور درجہ ہے۔‘‘ (صحیح مسلم)

یہ حدیث ہمیں بتاتی ہے کہ سوشل میڈیا پر فحاشی اور بے حیائی پھیلانے کے خلاف خاموش رہنا بھی

قابلِ مذمت عمل ہے۔ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات میں حیا کو نہایت بلند مقام حاصل ہے۔ آپ ﷺ نے واضح فرمایا کہ: ’’حیا ایمان کا حصہ ہے۔‘‘

حیا خیر ہی خیر لاتی ہے اور جب کسی معاشرے سے حیا اُٹھالی جائے تو وہاں ہر قسم کی برائی بے خوف ہوجاتی ہے۔ احادیثِ مبارکہ کا مفہوم یہ بتاتا ہے کہ بے حیائی دراصل انسان کو گناہوں پر جری بنادیتی ہے۔ جب دل سے شرم ختم ہوجائے تو آنکھ، کان، زبان اور جسم سب بے لگام ہوجاتے ہیں۔ آج سوشل میڈیا پر جو کچھ ہو رہا ہے، وہ اسی ’’حیا کے خاتمے‘‘ کی عملی تصویر ہے۔ سوشل میڈیا بذاتِ خود برا نہیں، مگر اس کا غلط استعمال، بے مقصد آزادی، دینی و اخلاقی نگرانی کا فقدان اسے فحاشی پھیلانے کا سب سے مؤثر ذریعہ بنا چکا ہے، جس کی بنا پر یہ فحاشی کا سب سے طاقتور ہتھیار بن رہا ہے۔

یہ وہ خاموش زہر ہے جو حیا کو ختم کرتا ہے، غیرت کو مٹادیتا ہے، خاندان کے نظام کو کمزور کرتا ہے اور زنا، بے راہ روی اور اخلاقی انارکی کو جنم دیتا ہے۔ جب کسی معاشرے میں فحاشی عام ہوجائے، برائی پر نکیر ختم ہوجائے اور نیکی کو دقیانوسیت سمجھا جانے لگے تو پھر اللہ کی پکڑ آتی ہے، اجتماعی زوال شروع ہوجاتا ہے اور برے لوگوں کے ساتھ اچھے بھی آزمائش میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام صرف فرد کی اصلاح نہیں، بلکہ اجتماعی اصلاح پر زور دیتا ہے۔ خاموش تماشائی بھی بری الذمہ نہیں، بلکہ گناہ ہوتے دیکھ کر اس پر خاموش رہنے والا، اسے معمول سمجھنے والا اور اپنے اپنے دائرۂ اختیار میں روکنے کی طاقت رکھنے کے باوجود نہ روکنے والا بھی جواب دہ ہے۔ سوشل میڈیا پر فحش مواد دیکھ کر خاموشی اختیار کرنا، یا یہ کہہ دینا کہ: ’’یہ میرا مسئلہ نہیں‘‘ اسلامی مزاج کے خلاف ہے۔

موجودہ دور میں ہماری ذمہ داری ہے کہ قرآن وحدیث کی تعلیمات کی روشنی میں ہم اپنے اندر حیا کو زندہ رکھیں، سوشل میڈیا کے استعمال میں خوفِ خدا کو ملحوظ رکھیں، فحش مواد سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی حکمت سے روکیں، اپنے بچوں اور نوجوان نسل کی دینی و اخلاقی تربیت کی فکر وسعی کریں، بے حیائی کو آزادی نہیں، معاشرتی و اخلاقی فساد سمجھیں۔

فحاشی اور بے حیائی کوئی معمولی سماجی برائی نہیں، بلکہ یہ ایمان، اخلاق، خاندان اور تہذیب کے لیے کھلا خطرہ ہے۔ قرآن وحدیث کی تعلیمات ہمیں صاف بتاتی ہیں کہ: جو لوگ معاشرے میں بے حیائی کو فروغ دیتے ہیں، وہ صرف دوسروں کو نہیں، بلکہ اپنے انجام کو بھی خراب کر رہے ہوتے ہیں۔ اگر ہم ایک پاکیزہ، باحیا اور صالح معاشرہ چاہتے ہیں تو ہمیں سوشل میڈیا سمیت زندگی کے ہر شعبے میں حیا کو واپس لانا ہوگا، کیونکہ جہاں حیا زندہ ہوتی ہے، وہاں ایمان زندہ رہتا ہے۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

مدارس میں الوداعی ترانوں کا بڑھتا رجحان!

مولانا محمد تبریز عالم قاسمی
حیدرآباد، انڈیا

مدارس میں سال کے اخیر میں الوداعی ترانے کا رواج بھی پایا جاتا ہے، خاص طور پر دورہ حدیث کے طلبہ اس کا اہتمام کرتے ہیں اور اس اہتمام میں مبالغہ آمیزی روز افزوں ہے، شروع میں یہ ترانے بہت محدود پیمانہ پر ہوتے تھے، دورہ حدیث کے تمام طلبہ کی طرف سے ایک ترانہ خارج وقت میں پڑھا جاتا تھا؛ لیکن اب یہ معاملہ بھی بہت آگے بڑھتا جارہا ہے، چنانچہ اب بڑے مدارس میں ہر صوبے اور ہر ضلع کا الگ ترانہ ہوتا ہے، میرے دورہ حدیث کے سال ''بیاضِ وفا'' نام سے طلبہ دورہ حدیث نے ایک ڈائری شائع کی تھی، اس میں تیس الوداعی ترانے شامل تھے، اگر دیوبند میں پڑھے گئے صرف ایک سال کے ترانے جمع کیے جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوجائے گی۔ علاوہ ازیں اب ایک نئی چیز دیکھنے میں یہ بھی آرہی ہے کہ طلبۂ دورہ حدیث ہر کتاب کے آخری سبق کے دن متعلقہ استاذ کے سامنے الوداعی ترانہ پڑھتے ہیں، ان ترانوں میں دوستوں کی جدائی کا غم، مدرسہ اور درس گاہ کی مفارقت کا احساس اور بطور خاص اپنے اساتذہ کرام کی خصوصیات کا ذکر مترنم لہجہ میں پیش کیا جاتا ہے، عام طور پر یہ صورتِ حال بڑے مدارس میں پائی جاتی ہے؛ یہ الوداعی ترانے کبھی خود باذوق طلبہ کی کاوش ہوتے ہیں اور کبھی معاوضہ دے کر کسی شاعر سے لکھوائے جاتے ہیں۔ مقامِ افسوس ہے کہ ان الوداعی ترانوں نے مدرسۃ البنات کو بھی اپنے حصار میں لے لیا ہے؛ چنانچہ اب وہاں بھی رقیق القلوب طالبات کے جذباتِ غم اشعار میں تبدیل ہوکر نالۂ دل ہائے حزیں کی مثال بن جاتے ہیں۔

ترانہ لکھنا، پڑھنا اور شائع کرنا علی الاطلاق منع نہیں ہے؛ بلکہ یہ مباحات میں سے ہے جس کا جواز حدود و قیود اور حسنِ نیت کے ساتھ مشروط ہوتا ہے، اگر ہم اس آئینہ میں الوداعی ترانوں کا عکس دیکھنے کی کوشش کریں تو اِن میں تعلیم کا حرج، وقت کا ضیاع، ویڈیوگرافی اور تصویر کشی، یوٹیوب پر اپلوڈ کرنا، مدرسہ کی

بجلی اور مائک کا استعمال، مستقبل میں بے فائدہ دکھاوا اور مصنوعی اظہارِ غم جیسے وہ اسباب بھی نظر آتے ہیں جن کی وجہ سے دورہ حدیث کے طلبہ کا یہ مباح عمل بھی قابلِ اِصلاح معلوم ہوتا ہے، نیز اِن الوداعی ترانوں کی نہ ضرورت ہے نہ ان کے فضائل ہیں، یہ بس اس لیے جائز ہیں کہ یہ ناجائز نہیں ہیں؛ چونکہ ایسے امور میں حدود و قیود کی رعایت رکھنا بہت مشکل ہوتا جا رہا ہے؛ اِس لیے ذمہ دارانِ مدارس کو اِس حوالہ سے اصلاحی اِقدام ضرور کرنا چاہیے، اور بنات کے مدارس میں تو بہرصورت اس پر پابندی ہونی چاہیے؛ کیونکہ لڑکیوں کے حق میں بقدرِ ضرورت جس علمِ دین کا حصول ناگزیر ہے، ترانہ خوانی کو اُس ضرورت کا حصہ سمجھنا مزاجِ شریعت کے ہم آہنگ نہیں ہے۔

اِس بارے میں مزید قابلِ غور پہلو یہ ہے کہ بخاری سمیت ہر کتاب کا آخری سبق خود احتسابی کا موقع ہوتا ہے، اسے الوداع، غم یا رخصتی کی علامت سمجھنا سمجھ سے بالاتر ہے، ایسے مواقع دورِ نبوت اور دورِ صحابہؓ میں بھی پیش آتے تھے، لیکن اس وقت حضور ﷺ موقع کی مناسبت سے نصیحت فرمایا کرتے تھے، اسی لیے ہمارے خیر القرون کے اکابر اور اس دور کے طلبہ میں اس کا کچھ اہتمام نظر نہیں آتا ہے، اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ یہ الوداعی ترانے طلبہ کا اپنے اساتذہ کے تئیں اظہارِ تعلق کی عکاسی کا ایک ذریعہ ہیں، اس دلیل میں بھی زیادہ وزن اور قوت نہیں ہے؛ کیوں کہ بہتیرے طلبہ ایسے ہوتے ہیں جن کا اپنے اساتذہ سے نہ کوئی تعلق ہوتا ہے اور نہ ہی سلام و مصافحہ، ایک درس گاہ میں استاذ اور طالب علم کا جمع ہو جانا صورتِ تعلق تو ہو سکتا ہے، اسے حقیقتِ تعلق سمجھنا ناسمجھی کی بات ہے، ایسے طلبہ کے اشک ہائے غم اشعار میں کیوں کر تبدیل ہو سکتے ہیں؟ نیز ان میں ایسے طلبہ بھی ہوتے ہیں جو بلا وجہ کی غیر حاضری کے عادی ہوتے ہیں، عبارتِ حدیث پڑھنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں اور دورانِ سبق موبائل استعمال کرتے ہیں، اُن میں اخیر سال میں فراق و جدائی کی اُمنگیں کروٹ لیتی ہیں، یہ کچھ عجیب سا لگتا ہے، اگر واقعتاً ایسا ہوتا ہو تو یہ ترانے ایسے طلبہ کی طرف سے آنے چاہئیں جو اَب اپنے اساتذہ سے کوشش کے باوجود کبھی مل نہ سکیں گے یا وہ کسی ایسی ملی مہم پر روانہ ہو رہے ہوں جہاں سے واپس آنا بہت مشکل ہو، یہاں تو ابھی سالانہ امتحان باقی ہے، امتحان کے بعد خوشی خوشی گھروں کی جانب رختِ سفر باندھنا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اگلے سال پھر کسی تخصص میں داخلہ لیا جائے۔

مزید سوچنے کی بات ہے کہ جس پس منظر میں یہ الوداعی ترانے پڑھے اور سنے جاتے ہیں وہ متعلقہ استاذ کا آخری سبق تو ہوتا ہے، لیکن وہ ان کا ''آخری فیض'' نہیں ہوتا؛ بلکہ فراغت کے بعد بھی استاذ کا فیض جاری رہتا ہے، اور اگر آخری درسِ حدیث وجہِ جواز ہے تو پھر ہر روز ایک ترانہ ہونا چاہیے؛ کیونکہ سال کا ہر سبق بایں معنی آخری سبق ہے کہ اب وہ دوبارہ نہیں ہوگا، پھر یہ کیسا اظہارِ غم ہے جس کی باضابطہ تیاری اور مشق

ہوتی ہے، نیز اظہارِ غم کے لیے نظم و اشعار کی تخصیص کیوں ہوتی ہے؟ یہ اظہارِ غم کسی سال نثر میں بھی ہونا چاہیے؛ اس لیے کہ نثر میں بے تکلفی ہوتی ہے، جبکہ اشعار میں تکلف و تصنع کی آمیزش یقینی امر ہے۔ علاوہ ازیں ان الوداعی ترانوں سے نہ درسی کتب کی استعداد بنتی ہے اور نہ حدیث کا کوئی مسئلہ حل ہوتا ہے۔ ان ترانوں میں ایک خرابی یہ بھی نظر آتی ہے کہ اساتذہ کرام کے تئیں اظہارِ محبت میں مبالغہ آرائی خود انہی اساتذہ کرام کے سامنے ہوتی ہے۔ طلبہ کو سمجھنا چاہیے کہ طلبہ کا مطالعہ، ان کی کتب بینی، خود کو آداب و اخلاق سے آراستہ کرنا، درس گاہ کی حاضری، دورانِ سبق اِنصات و استماع اور اصولِ مدرسہ کی پابندی وغیرہ ہی ان کا اصل سرمایہ اور زادِ سفر ہے اور یہی زادِ سفر اساتذہ کرام کی خوشی کا اصل ذریعہ ہے۔

اس تفصیل کی روشنی میں جب ہم ان الوداعی ترانوں کا جائزہ لیتے ہیں تو اسے ''رسم'' کہنے کے علاوہ کوئی دوسری بات سمجھ میں نہیں آتی، یہ رسم ہی تو ہے کہ بعض مدارس میں عربی ہفتم کے طلبہ بھی الوداعی ترانہ پڑھتے ہیں؛ کیوں کہ وہاں دورہ حدیث کی تعلیم نہیں ہوتی۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ ہم نے جس رسم کی اصلاح کی بات لکھی ہے، یہ عموماً ''غیر ضروری چیزوں کے التزام و اہتمام'' سے ناشی ہے؛ ورنہ اگر جزوی اور استثنائی طور پر کسی طالب علم یا کچھ طلبہ نے اپنے تعلق کے اظہار کے لیے حدود کی رعایت کے ساتھ ایسا ترانا پڑھ دیا تو یہ ''رسم'' نہیں ہے؛ بلکہ اس کی گنجائش ہوسکتی ہے۔ گنجائش کی یہ وہی لکیر ہے جو اَب اتنی دراز ہوگئی ہے کہ اس کا دوسرا کنارہ ''رسم'' سے جاملا ہے۔ تاہم بنات کے مدارس میں مجمعِ عام میں بذریعہ مائک اس نغمہ سنجی کی قطعاً اجازت نہیں ہوسکتی۔

اخیر میں یہاں ایک واقعہ لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے، سن ۱۴۱۷ھ کی بات ہے، مدرسہ عربیہ ریاض العلوم گورینی جونپور کے طلبۂ دورہ حدیث نے ختمِ بخاری کی مناسبت سے الوداعی ترانہ پڑھنے کی تیاری کی، مدرسہ کے ذمہ داروں کو اس کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے اسے اچھا نہیں سمجھا، فقیہ النفس مفتی محمد حنیف صاحب جونپوریؒ خلیفہ حضرت شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادی و سابق شیخ الحدیث و صدر مفتی ریاض العلوم گورینی نے طلبہ کو اس بارے میں متنبہ کیا اور بتایا کہ یہ سب ہمارے بڑوں نے پسند نہیں کیا ہے، ان کی مفصل تقریر کا ایک اقتباس الوداعی ترانے سے متعلق تھا جو درجِ ذیل ہے:

''الوداع تو اظہارِ غم کے لیے موضوع ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹنے پر بہت غم ہے، حسرت ہے، حالاں کہ ہر ایک کے دل میں یہ ہوگا کہ اگر امتحان کے دس پرچے ایک ہی دن میں ہو جائیں تو بہتر ہے، گھر جانے کے لیے دل ابھی سے اچھل رہا ہوگا، لہٰذا یہ تو نفاق ہوا کہ بظاہر اظہارِ غم کر رہے ہیں اور اندر سے خوش ہیں۔

رمضان شریف کے آخری جمعہ میں الوداع پڑھنے کی کراہت کی علت جہاں حضرات فقہاء یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ ثابت بالسنہ نہیں ہے، وہیں یہ بھی علت ہے کہ نفاق ہے، دل تو چاہتا ہے کہ جلدی رمضان ختم ہو اور چھٹی ملے اور ظاہر یہ کر رہے ہیں کہ بڑا غم ہے۔'' (مفتی محمد حنیف جونپوری - حیات و آثار، تالیف: مولانا ابن الحسن قاسمی، ص: ۳۳۵، ناشر: دارالافتاء والارشاد گورکھپور، سن اشاعت: ۲۰۲۳ء)

رخصت کرنے کا نبوی انداز

(الف) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یمن روانہ فرمایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں وصیت کرنے کے لیے ان کے ساتھ باہر تشریف لائے۔ اس وقت حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سوار تھے، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی سواری کے ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے، جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا: ''معاذ ممکن ہے کہ تم اس سال کے بعد مجھ سے ملاقات نہ کرسکو، شاید کہ تم میری مسجد اور میری قبر کے پاس سے گزرو۔'' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کی وجہ سے گھبرا کر رونے لگے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف رُخ پھیر کر فرمایا: ''إن أولى الناس بي المتقون من كانوا وحيث كانوا '' ''متقی لوگ میرے قرب و شفاعت کے زیادہ حق دار ہیں وہ جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں۔'' (مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، حديث: ٥٢٢٧)

(ب) حضرت عبداللہ خطمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب لشکر کو رخصت کرنے کا ارادہ کرتے تو فرماتے: ''أستَودِع اللهَ دينَكم وأمانتكم وخواتيمَ أعمالِكم''، یعنی ''میں تمہارے دین، تمہاری امانت اور تمہارے انجام کار کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔'' (سنن أبي داود، كتاب الجهاد، حديث: ٢٦٠١)

(ج) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: میرا سفر کا ارادہ ہے، آپ زادِ سفر عنایت فرمائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زوَّدَك اللهُ التقوى'' اللہ تجھے تقویٰ کا توشہ عطا فرمائیں، ان صاحب نے مزید نصیحت کی درخواست کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وغفر ذنبَك'' اللہ تعالیٰ تیرے گناہ معاف فرمائیں، انھوں نے مزید خواہش کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ''و يَسَّر لك الخير حيثما كنتَ'' تم جہاں رہو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے خیر کی راہیں آسان فرمائیں۔ (سنن الترمذي، حديث: ٣٤)

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

حضرت مولانا فضل الرحیم اشرفی رحمۃ اللہ علیہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

اور حضرت مولانا مفتی سید مختار الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سرپرست، قرآن وعلماء بورڈ کے چیئرمین وصدر، مجلس صیانۃ المسلمین کے سربراہ، جامعہ اشرفیہ لاہور کے مہتمم و استاذ الحدیث حضرت مولانا فضل الرحیم اشرفی رحمۃ اللہ علیہ ۱۴؍رجب المرجب ۱۴۴۷ھ مطابق ۱۴؍جنوری ۲۰۲۶ء بروز اتوار رات ساڑھے گیارہ بجے وصال فرماگئے۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون!

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ اجل جامعہ اشرفیہ کے بانی حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ۱۰؍نومبر ۱۹۴۴ء کو محلہ شریف پورہ امرتسر میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ اپنی والدہ محترمہ سے قرآن مجید ناظرہ سے تعلیم کا آغاز کیا۔ پاکستان بننے کے بعد لاہور نیلا گنبد کی جامع مسجد سے جامعہ اشرفیہ کا آغاز ہوا تو وہاں قاری خدابخشؒ اور قاری رونق علیؒ سے حفظ کا آغاز وتکمیل کی، اور حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ سے تجوید پڑھی۔

جامعہ اشرفیہ میں درسِ نظامی کی تعلیم کا آغاز کیا اور پھر اپنے والدگرامی مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا رسول خان ہزارویؒ ایسے مشائخ وقت سے کسبِ فیض کیا، ۱۹۶۲ء میں دورہ حدیث شریف کے بعد جامعہ عباسیہ بہاول پور تشریف لے گئے، جہاں حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ اور دوسرے اساتذہ سے تکمیل کی۔ جامعہ عباسیہ سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد جامعہ اشرفیہ لاہور میں مسندِ تدریس پر فائز ہوئے۔ مولانا فضل الرحیم ایک ہنس مکھ، ملنسار طبیعت کے مالک تھے۔

نرمی، ملائمت، شفقت، سراپا ہمدردی وخیرخواہی آپ کے نمایاں اوصاف تھے۔ اتنی محبت وشفقت سے گفتگو فرماتے کہ ہر سامع کے دل پر اثر کرتی تھی، اپنے مخاطب کو اتنا احترام دیتے کہ وہ قلب ونظر سے فدا ہونے لگ جاتا، اس لیے قدرتِ حق نے آپ کو ہردلعزیز بنادیا تھا۔

آپ ۱۹۹۲ء سے دورہ حدیث شریف کے اسباق پڑھانے لگے، اندرون وبیرون ملک آپ کے شاگردوں کا وسیع حلقہ ہے۔ آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے علم کے وقار واحترام، ہردلعزیزی اور یادوں کی داستان چھوڑ آتے۔ تصوف میں آپ پیرِطریقت تھے۔ متعدد کتب کے آپ مصنف ومؤلف تھے۔ آپ عقیدہ ختمِ نبوت کے مناد اور اس محاذ پر کام کرنے والی تمام تنظیمات آپ کو اپنا سرپرست شمار کرتی تھیں۔ مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے زیرِ اہتمام جہاں بھی کانفرنسوں کے لیے آپ کو دعوت دی جاتی آپ ضرور تشریف لاتے۔ صحت کے زمانہ میں چناب نگر کی ختم نبوت کانفرنس میں ہر سال تشریف لانا آپ کے معمولات کا حصہ شمار ہوتا تھا۔ اکثر وبیشتر اپنے خلیفہ مجاز اور جامعہ کے ناظم تعلیمات مولانا محمد یوسف خان کو بھی ہمراہ لاتے۔ بارہا آپ کے جامعہ اشرفیہ میں ختم نبوت کانفرنسوں کا انعقاد ہوا۔ آپ جس خوش دلی کے ساتھ اپنے ادارہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ملکی سطح کی ختم نبوت کانفرنسوں کا انعقاد کی اجازت دیتے، اور پھر کمال شفقت کے ساتھ کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے سرپرستی فرماتے وہ تحفظ ختم نبوت کی انمٹ تاریخ کا سنہری باب ہے۔

ایک عرصہ سے آپ بیمار تھے، ۴رجنوری ۲۰۲۶ء کی شب آپ کا وصال ہوا۔ اگلے دن نمازِ ظہر کے بعد آپ کا جامعہ اشرفیہ میں ہی آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا زبیر حسن مدظلہم نے جنازہ پڑھایا اور یوں وہ آخرت کی منزل پر روانہ ہوگئے۔ راقم الحروف بھی حضرت مولانا مفتی خالد محمود صاحب کی معیت میں آپ کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوا۔ جامعہ علومِ اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کے رئیس حضرت مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، نائب رئیس حضرت مولانا ڈاکٹر سید احمد یوسف بنوری، ناظمِ تعلیمات حضرت مولانا امداد اللہ یوسف زئی، تمام اساتذہ اور ادارہ بینات، حضرت کے تمام پسماندگان سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں اور دُعاگو ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرتؒ کی آنے والی تمام منزلیں آسان فرمائے، آپؒ کو جنت الفردوس کا مکین بنائے، آپؒ کے لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے اور آپؒ کے تمام صدقات جاریہ کو اللہ تعالیٰ جاری وساری رکھے، آمین بحرمة خاتم النبيين صلى الله عليه وعلىٰ اٰلهٖ وصحبهٖ أجمعين.

اسی طرح شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز، جامعہ زکریا

دارالعلوم کربوغہ (دارالایمان والتقویٰ) کے شیخ الحدیث اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سرپرست حضرت مولانا مفتی سید مختار الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ ۸؍رجب المرجب ۱۴۴۷ھ مطابق ۲۹؍دسمبر ۲۰۲۵ء بروز پیر اس دنیائے فانی سے عالمِ بقا کی طرف کوچ کر گئے۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون، إن للہ ما أخذ ولہٗ ما أعطیٰ وکل شيء عندہٗ بأجل مسمّٰی!

کربوغہ جو شہری دنیا سے دور بالکل دیہاتی علاقہ ہے، وہاں حضرت شیخؒ کے سلسلے کو جاری کیا اور جنگل میں منگل کا سماں باندھ دیا۔ ہر سال اصلاحی اجتماع ہوتا، جس میں دور دراز سے آپؒ کے متعلقین شرکت کرکے اپنا ایمان تازہ کرتے۔ آپؒ تکلفات سے دور رہتے تھے، سادہ زندگی کے خوگر تھے۔ شروع شروع میں بہت گم نام رہے، لیکن جب اللہ نے آپؒ کے ذریعے اپنے دینِ متین کا کام لینا چاہا تو دور دور تک آپؒ کا شہرہ ہوگیا اور کئی علماء وصلحاء کا آپؒ کی طرف رجوع ہوا۔ ساری زندگی مسلمانوں کے تزکیۂ نفوس کی محنت کرنے میں گزار دی۔ انتقال سے چند ہی روز قبل کراچی میں اپنے سالانہ اصلاحی اجتماع میں تشریف لائے تھے۔ کسے معلوم تھا کہ یہ آپؒ کی زندگی کا آخری سفر ہوگا اور اس کے بعد یہ شہر حضرت شیخ الحدیثؒ کے سلسلے کے ایک اور شیخ کے روحانی فیوض وبرکات سے محروم ہوجائے گا!

آپؒ امت میں اتحاد واتفاق اور اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لیے کوشاں رہتے تھے اور اس کے لیے مسلمانوں کو بیدار رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپؒ کے درجات بلند فرمائے اور اُمتِ مسلمہ کو اپنے نیک بندوں سے محروم نہ فرمائے، آمین!

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کے نائب رئیس حضرت مولانا ڈاکٹر سید احمد یوسف بنوری، جامعہ کے استاذ حضرت مولانا ڈاکٹر سعید خان اسکندر اور جامعہ کے استاذ حضرت مولانا یحییٰ لدھیانوی سفر کرکے جنازے میں شریک ہوئے۔

آپؒ کی وفات حسرتِ آیات پر جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کے رئیس حضرت مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، نائب رئیس حضرت مولانا ڈاکٹر سید احمد یوسف بنوری، ناظمِ تعلیمات حضرت مولانا امداد اللہ یوسف زئی کے علاوہ جامعہ کی انتظامیہ اور اساتذہ حضرتؒ کی جدائی کے غم کو اپنا غم سمجھتے ہیں اور آپؒ کے پسماندگان سے دِلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں اور تمام قارئینِ بینات سے حضرتؒ کے لیے ایصالِ ثواب اور دعاؤں کے اہتمام کی درخواست کرتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرتؒ کے مشن کو جاری وساری رکھیں اور حضرتؒ کو جنت الفردوس کا مکین بنائیں، آمین بحرمۃ سید المرسلین!

حاجی نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت

مولانا محمد طیب لدھیانوی
استاذ شاخِ جامعہ

گزشتہ دنوں جامعہ بنوری ٹاؤن مسجد کی تبلیغی جماعت کے ذمہ دار حاجی نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ مختصر علالت کے بعد اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے، إنا للہ وإنا إلیه راجعون.

بھائی نذیر احمد مرحوم نے ساری زندگی عملی طور پر اللہ کے راستہ میں دعوت وتبلیغ میں گزار دی، جامعہ میں تعلیمی سالوں میں سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ امتحانات کے موقع پر تعطیلات کے لیے طلبہ کو دعوت وتبلیغ کے لیے وقت لگانے کی بھرپور دعوت دیتے اور خوب کوشش کرتے تھے، تاکہ طلبہ کی چھٹیاں قیمتی بن جائیں۔ مسجد بلال پولیس لائن جمشید کوارٹر میں ہر اتوار کو گشت کا عمل ہوتا ہے، آپ باوجود ضعف اور کمزوری کے ہر اتوار باقاعدگی سے شریک ہوتے تھے۔ آپ نے ملک اور بیرون ملک کئی اسفار کیے۔ انتہائی کمزوری کمر جھک جانے کے باوجود آہستہ آہستہ چل کر باجماعت نماز میں ضرور شریک ہوتے۔ بیماری میں بھی نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔ تہجد اور نوافل کا ہمیشہ اہتمام رہا۔ گھریلو کاموں میں اکثر ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔ آپؒ کی بیٹی کی شادی کے بعد ان کے شوہر اُن کو امریکہ لے گئے، والد صاحبؒ نے بھائی نذیر صاحبؒ سے از راہِ ہمدردی کہا کہ آپ نے بیٹی کو امریکہ بھیج دیا؟ تو فرمایا کہ میری بیٹی حافظہ ہے، وہاں جا کر بچوں اور بچیوں کو تعلیم وتبلیغ کر رہی ہے، کئی لوگ مسلمان ہو کر قرآن پڑھ رہے ہیں، تبلیغ میں جڑ رہے ہیں۔

آپؒ انڈیا ضلع گورداسپور تحصیل بٹالہ میں ۱۹۳۱ء میں پیدا ہوئے، قیامِ پاکستان کے بعد ہجرت کر کے پاکستان میں فیصل آباد آ گئے، دو سال قیام کے بعد کراچی اپنے ماموں جان (جو کہ نیوی کے ڈائریکٹر تھے) کے پاس آ گئے، ان کے ہاں قیام رہا، کراچی میں صدر کے علاقہ سینٹ پیٹرک اسکول سے میٹرک مکمل کیا اور اے او آر ایس ایم لاء کالج سے گریجویشن کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے ہر کلاس میں نمایاں نمبرات حاصل کیے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد کے ڈی اے جوائن کیا، آخر عمر تک سوک سینٹر کے شعبہ میں منسلک

رہے۔۱۹۷۰ء کی دہائی میں نیوٹاؤن محلہ موٹومل کمپاؤنڈ میں حضرت والد صاحب مولانا عبدالرزاق لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پلاٹ خریدا، اور دونوں حضرات نے مل کر خود اپنے ہاتھ اور محنت سے کفایت شعاری کے ساتھ اپنے مکانات تعمیر کیے۔

آپ کی اہلیہ محترمہ تقریباً ۲۳ سال قبل رحلت فرما گئی تھیں، مرحومہ بھی آپ کی طرح صابرہ، شاکرہ، زاہدہ خاتون تھیں، پابندِ صوم وصلوٰۃ اور قرآن کریم کی تلاوت سے شغف رکھتی تھیں، تبلیغی جماعت والوں کی بہت خدمت کیا کرتی تھیں۔

آپؒ نے سوگواروں میں تین بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی کامل مغفرت فرما کر جنت الفردوس نصیب فرمائے اور آپ کی دینی ودعوتی خدمات کو قبول فرمائے، آمین ثم آمین

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

ایصالِ ثواب کی درخواست

۳۰؍رجب المرجب ۱۴۴۷ھ مطابق ۲۰؍جنوری ۲۰۲۶ء بروز منگل جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے شیخ الحدیث، جامعہ کی شاخ مدرسہ تعلیم الاسلام گلشن عمرؓ کے نگران اور محدث العصر حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حضرت مولانا قاری مفتاح اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ انتقال فرما گئے، إنا للہ و إنا إلیہ راجعون، إن للہ ما أخذ ولہٗ ما أعطٰی و کل شیئ عندہٗ بأجل مسمّٰی ، اللّٰھم اغفر لہٗ وارحمہ وعافہ واعف عنہ وأکرم نزلہٗ . آمین.

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی کامل مغفرت فرمائے ، درجات بلند فرمائے، تمام دینی خدمات کو قبول فرمائے، حضرتؒ کے صاحبزادگان اور تمام پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، آمین۔ بینات کے تمام باتوفیق قارئین سے حضرتؒ کے لیے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔انتقال کے وقت رسالہ پریس کے لیے تیار تھا، اس لیے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق تفصیلی مضمون آئندہ شمارہ میں شائع کیا جائے گا، ان شاء اللہ

پندرہ شعبان کے روزہ کی حیثیت

ادارہ

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام پندرہ شعبان المعظم کے روزے کے بارے میں کہ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا و مصليًا

پندرہ شعبان المعظم کے دن کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔

''سننِ ابن ماجہ'' میں ہے:

''عن عليّ بن أبي طالبٍ -رضي الله عنه- قال: قال رسول الله - صلّى الله عليه وسلّم -: "إذا كانتْ ليلةُ النصف من شعبانَ فقومُوا ليلَها وصومُوا نهارَها، فإنّ الله ينزِلُ فيها لغروب الشمس إلى سماء الدنيا، فيقول: ألا من مستغفِرٍ لي فأغفِرَ لهُ، ألا مسترزِقٍ فأرزُقَهُ، ألا مُبتلًى فأعافيَه، ألا كذا ألا كذا، حتّٰى يطلعَ الفجرُ.''(كتاب الصلاة، باب ما جاء في ليلة النصف من شعبان، ج:۲، ص:۳۹۹، رقم:۱۳۸۸، ط:دار الرسالة العالمية)

''شعب الإيمان للبيهقي''میں ہے:

''عن عليٍّ بن أبي طالبٍ قال: قال رسول الله - صلّى الله عليه وسلّم -: "إذا كان ليلةُ النصف من شعبانَ فقومُوا ليلَتها وصومُوا يومَها، فإنّ الله تعالىٰ يقول: ألا من مستغفِرٍ فأغفِرَ لهُ، ألا من مسترزِقٍ فأرزُقَهُ، ألا من سائل

فأعطيَه، ألا كذا حتّٰى يطلعَ الفجرُ.‘‘(ج:۳، ص:۳۷۹-۳۷۸، ط:دار الکتب العلمية)

فقط واللہ اعلم

فتویٰ نمبر:1441-720 دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

شوگر کے مریض کے لیے روزہ رکھنا

سوال

میری عمر ۱۴ سال ہے، مجھے شوگر ہے، تین مہینوں سے ۴۴۹ پر چل رہی ہے، روزے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ روزے رکھوں؟ اگر نہ رکھوں تو بعد میں قضا کروں یا فدیہ ادا کرسکتا ہوں؟

الجواب حامدًا و مصليًا

صورتِ مسئولہ میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں سائل اپنے معالج سے رجوع کرے، اگر وہ سائل کی بیماری کے پیشِ نظر روزہ رکھنے کی اجازت دے دے، تو سائل روزہ رکھے اور اگر ڈاکٹر منع کردے کہ روزہ نہ رکھا جائے، اس سے نقصان ہوسکتا ہے، تو پھر فی الفور روزہ نہ رکھے، رمضان المبارک کے بعد چھوٹے دنوں میں قضا کرنا ممکن ہو تو قضا کرے، ورنہ فدیہ دے دے۔ اسی طرح اگر ڈاکٹر مطلقاً روزے سے منع کردے تو ہر روزے کے بدلے تقریباً دو کلو گندم یا اس کی قیمت فدیہ دے سکتا ہے۔

’’بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع‘‘ میں ہے:

’’أما المريض فالمرخص منه هو الذي يخاف أن يزداد بالصوم و إليه وقعت الإشارة في الجامع الصغير ..... وذكر الكرخي في مختصره أن المريض الذي يبيح الإفطار هو ما يخاف منه الموت أو زيادة العلة كائنًا ما كانت العلة.‘‘

(ج:۲، ص:۹۴، فصل في حكم فساد الصوم، ط: سعيد)

فقط واللہ اعلم

فتویٰ نمبر:1442-18841 دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

نقد و نظر

ادارہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان بندوں کے نام

تالیف: مفتی محمد شفیق عارف زید مجدہٗ (استاذ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن)۔صفحات ۳۴۴۔ قیمت: درج نہیں۔ رابطہ کا پتہ: جامع مسجد بنگلور ٹاؤن، بنگلور ٹاؤن، ٹیپو سلطان روڈ، کراچی۔ رابطہ نمبر: 0333-2266410

زیرِ تبصرہ کتاب کا موضوع اپنے عنوان سے ہی واضح ہے کہ قرآن کریم میں مذکور اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو جمع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جن آیات میں اپنے بندوں کو کسی کام کا حکم فرمایا ہے یا کسی کام سے منع فرمایا ہے، یہ کتاب ان تمام آیات کا مجموعہ ہے۔ آیات کے ساتھ ان کا ترجمہ اور تشریح بھی دی گئی ہے۔ آیات کا ترجمہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان القرآن سے اور مختصر تشریح عموماً تفسیر عثمانی سے نقل کی گئی ہے، جبکہ بعض مقامات پر کسی اور تفسیر کی تشریح باحوالہ نقل کی گئی ہے۔ دین و شریعت کے پانچ اہم شعبوں کی مناسبت سے کتاب کو پانچ ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے: بابِ اول: ایمانیات۔ بابِ دوم: عبادات۔ بابِ سوم: معاملات۔ بابِ چہارم: اخلاقیات۔ بابِ پنجم: معاشرت۔ ہر باب میں پہلے اوامر اور پھر نواہی کو ذکر کیا گیا ہے۔

کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کی فہرستیں دو بنائی گئی ہیں، ایک فہرست عنوانات و موضوعات کے اعتبار سے ہے اور دوسری فہرست حروفِ تہجی کے اعتبار سے ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے خیرخواہی کے جذبہ سے تمام انسانوں اور مسلمانوں کی سہولت کی خاطر اللہ تعالیٰ کے فرامین کو یکجا کر دیا ہے۔ کتاب کا مقصد اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کے احکامات سے آگاہی فراہم کرنا اور ان پر عمل کرنے کی ترغیب و تحریص ہے۔ کتاب کا کاغذ اعلیٰ، طباعت دورنگہ، سیٹنگ اور ڈیزائننگ عمدہ، ٹائٹل دیدہ زیب اور جلد مضبوط ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی اس کاوش و محنت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، صدقۂ جاریہ بنائے اور کتاب کو تمام انسانوں کے لیے مفید اور نافع بنائے۔ آمین

رسول اللہ ﷺ کا فرمان اُمتیوں کے نام

تالیف: مفتی محمد شفیق عارف زید مجدہٗ (استاذ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن)۔ صفحات ۲۷۲۔ قیمت: درج نہیں۔ رابطہ کا پتہ: جامع مسجد بنگلور ٹاؤن، بنگلور ٹاؤن، ٹیپو سلطان روڈ، کراچی۔ رابطہ نمبر: 0333-2266410

زیرِ تبصرہ کتاب میں احادیثِ مبارکہ سے اوامر و نواہی کو تلاش کر کے جمع کیا گیا ہے۔ جن احادیث میں کسی کام کا حکم فرمایا گیا ہے یا ترغیب دی گئی ہے یا کسی کام سے منع فرمایا گیا ہے، یہ کتاب ان ان احادیث کا مجموعہ ہے۔ احادیث کا انتخاب مشہور اور مقبول کتاب ''معارف الحدیث'' (مؤلفہ: مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ) سے کیا گیا ہے، احادیث کا ترجمہ اور مختصر تشریح بھی ''معارف الحدیث'' سے ہی لی گئی ہے۔

کتاب درج ذیل بارہ مرکزی عناوین و ابواب پر مشتمل ہے: ۱: کتاب الایمان، ۲: کتاب الرقاق، ۳: کتاب الاخلاق، ۴: کتاب الطہارۃ، ۵: کتاب الصلوٰۃ، ۶: کتاب الزکوٰۃ، ۷: کتاب الصوم، ۸: کتاب الحج، ۹: کتاب الاذکار والدعوات، ۱۰: کتاب المعاشرۃ والمعاملات، ۱۱: نکاح و ازدواج اور اس کے متعلقات، ۱۲: کتاب المعاملات۔

ہر باب وعنوان کے تحت پہلے اوامر اور پھر نواہی کو ذکر کیا گیا ہے۔

کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کی فہرستیں دو بنائی گئی ہیں، ایک فہرست عنوانات و موضوعات کے اعتبار سے ہے اور دوسری فہرست حروفِ تہجی کے اعتبار سے ہے۔

کتاب کا مقصد انسانوں کو رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے دیے گئے احکامات اور نواہی سے آگاہی فراہم کرنا اور ان پر عمل کرنے کی ترغیب وتحریص ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے خیر خواہی کے جذبہ سے تمام انسانوں اور مسلمانوں کی سہولت کی خاطر حضور اکرم ﷺ کے فرامین کو یکجا کر دیا ہے، اس مجموعہ کی بنا پر اوامر و نواہی پر مشتمل احادیث کو بڑی بڑی کتابوں سے تلاش کرنے کی محنت اور وقت صرف کرنے سے بچت ہوگئی، گویا یہ کتاب ہزاروں صفحات کے مطالعہ سے بے نیاز کرتی ہے۔ کتاب کا کاغذ اعلیٰ، طباعت دورنگہ، سیٹنگ اور ڈیزائننگ عمدہ، ٹائٹل دیدہ زیب اور جلد مضبوط ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی اس کاوش و محنت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، صدقۂ جاریہ بنائے اور کتاب کو تمام انسانوں کے لیے مفید اور نافع بنائے۔ آمین

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....